رسالۃ الحقوق (کلام بزبان امام حضرت زین العابدین ؓ بن حضرت امام حسین ؓ) :

حضرت امام زین العابدین ؓ نے اپنے ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ جن پر عمل پیرا ہونا نہایت ضروری ہے۔ تا کہ دین و دنیا میں انسان کامیابی کے ساتھ بالآخر رب متعال سے جاملاقی ہو۔ اور یقینی طور پر بہشت کا حق دار قرار پائے۔ ان شاء اللہ۔ جان لو کہ! تمہارے اوپر خدائے بزرگ و برتر کے کچھ حقوق ہیں۔ خواہ انہیں تم حرکت و جنبش میں انجام دو یا بحالت سکون و آرام۔ اس منزل میں کہ جس میں تم اُترے ہو۔ یا اُس عضو کے ساتھ کہ جس کو تم نے بدلا ہے۔ یا اُن اقدار کے ساتھ کہ جن کو تم بروئے کار لائے ہو۔ اُن حقوق میں سے بعض (دیگر) حقوق سے بڑے (افضل) ہیں۔ (لہذا) تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کے بڑے حقوق وہ ہیں۔ جو کہ اُس نے اپنے لئے تمہارے اوپر واجب کئے ہیں۔ اس کے بعد بدن کے اعضاء کو مدنظر رکھتے ہوئے سر سے لے کر پاؤں تک (مزید) کچھ حقوق واجب فرمائے ہیں۔ کچھ حقوق تمہارے اوپر، تمہاری آنکھ کے ہیں۔ اور تمہارے اوپر کچھ حقوق تمہارے کان کے ہیں۔ اور تمھارے اوپر کچھ حقوق تمہاری زبان کے ہیں۔ اور تمھارے اوپر کچھ حقوق تمہارے ہاتھوں کے ہیں۔ اور تمہارے اوپر کچھ حقوق تمہارے پاؤں کے ہیں۔ اور تمہارے اوپر کچھ حقوق تمہارے شکم (پیٹ) کے ہیں۔ اور تمہارے اوپر کچھ حقوق تمہاری شرمگاہ کے ہیں۔ (درحقیقت) یہی سات اعضاء (آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، پیٹ اور شرمگاہ) اس کے بعد خداوندِ عالم نے تمہارے (جملہ) اعمال وافعال کے حقوق رکھے ہیں۔ چنانچہ تمہاری نماز، روزے م زکوٰۃ کا (بھی) تماہرے اوپر حق (واجب) ہے۔

حقوق اللہ : اللہ تعالیٰ کا حق، جو کہ جملہ حقوق سے بڑا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ! تم (صرف اور صرف) اُسی کی عبادت کرو۔ اور کسی چیز کو اُس کا شریک قرار مت دو۔ (اور) جب تم خلوص کے ساتھ (بناء ریا اور دنیاوی منافع کے) اس کی عبادت کرو گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے اوپر یہ لازم کرلیا ہے۔ کہ وہ دنیوی اور اُخروی چیزوں میں تمہاری کفایت کرے گا۔ اور تمہارے لئے تمہاری محبوب و پسندیدہ چیزوں کو محفوظ رکھے گا۔

شرح : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر یہ حق ہے۔ کہ! (بندے) اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے۔ جو بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہ دے۔ (صحیح بخاری) **واعبدوالله ولا تشرکوا به شیئا** ۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ (سورہ النساء) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ! میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا (فرشہ) آیا۔ اس نے مجھے خوشخبری دی۔ کہ! میری اُمت میں جو کوئی اس حال میں فوت ہو۔ کہ! اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔ تو وہ جنت میں جائے گا۔ اس پر مَیں نے پوچھا۔ اگر چہ اس نے زِنا کیا ہو۔ اگر چہ اس نے چوری کی ہو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں! اگر چہ اس نے زنا کیا ہو۔ اگر چہ چوری کی ہو۔ **(صحیح بخاری، صحیح مسلم)**

حقوق النفس : تمہارے نفس کا تم پر یہ حق ہے۔ کہ! اُسے بھر پور طریقے سے راہِ خدا میں مشغول رکھو۔ اگر تم نے ایسا کیا۔ تو گویا تم نے اپنی زبان کا حق، اپنے کان کا حق، اپنی آنکھ کا حق، اپنے ہاتھ کا حق، اپنے پاؤں کا حق، اپنے پیٹ کا حق اور اپنی شرمگاہ کا حق ادا کردیا۔ اور دیکھو۔ (کہ) ان کے حقوق کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے رہو۔

شرح : قرآنِ حکیم اور احادیثِ نبویہ ﷺ میں چار اقسام کے نفسوں کا ذِکر کیا گیا ہے۔ امارہ۔ لوامہ۔ ملہمہ اور مطمئنہ۔ نفسِ امارہ انسان کو بہت زیادہ برائی کرنے کی ترغیب دیتا رہتا ہے۔ نفسِ لوامہ انسان کو بُرائی کرنے پر ملامت کرتا رہتا ہے۔ نفسِ ملہمہ ایسا نفس ہے۔ جس پر ملائکہ اور شیاطین الہام کرتے ہیں۔ یعنی نیک چیزوں اور باتوں کا الہام ملائکہ کرتے ہیں۔ جبکہ برائی اور گناہ والی چیزوں اور باتوں کا الہام شیاطین کرتے ہیں۔ جبکہ نفس مطمئنہ انسان کو فعلِ حق کرنے پر اطمینان کی کیفیت کا احساس دلاتا ہے۔ کیونکہ! یہ نفس بُری خصلتوں سے پاکیزہ ہو چکا ہوتا ہے۔

حقوق اللسان : تمہاری زبان کا تم پر یہ حق ہے۔ کہ! اسے گالم گلوچ سے محفوظ رکھو۔ اور اسے نیک اور شائستہ بات کہنے کا عادی بناؤ۔ اسے با ادب بناؤ۔ اسے ضرورت اور دین و دنیا کے فائدے کے علاوہ بند ہی رکھو۔ زیادہ چلنے (یعنی زیادہ اور فضول گفتگو کرنے) اور بے فائدہ بولنے سے روکے رکھو۔ (کیونکہ) تم اس کے نقصان سے محفوظ نہیں ہو۔ اس کا فائدہ کم ہے۔ زبان (ہی) عقل کی گواہ اور اور اس کی دلیل سمجھی جاتی ہے۔ اور عقل مند کا عقل کے زیور سے آراستہ ہونا (ہی) اس کی خوش بیانی ہے۔ مدد تو بَس خدائے بزرگ و برتر ہی کی طرف سے ہے۔

شرح : مسلمان وہ ہے۔ جس کے ہاتھ اور زبان سے دیگر مسلمان محفوظ رہیں۔ (صحیح بخاری و مسلم) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (یعنی زبان) اور دونوں ٹانگوں کے درمیان کی چیز (یعنی شرم گاہ) کی ذمہ داری دے دے۔ (تو) مَیں اس کے لئے جنت کی ذمہ داری دیتا ہوں۔ (صحیح بخاری) اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ اچھی بات زبان سے نکالے۔ ورنہ خاموش رہے۔ (صحیح بخاری) **من صمت نجا** ۔ جو خاموش رہا۔ (وہ) نجات پا گیا۔ (جامع ترمذی) حضرت سیدنا رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا۔ جب انسان صبح کرتا ہے۔ تو اس کے جملہ اعضاء جھک کر زبان سے کہتے ہیں۔ ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ ہم تجھ سے متعلق ہیں۔ اگر تُو سیدھی رہے گی۔ (تو) ہم بھی سیدھے رہیں گے۔ اور اگر تُو ٹیڑھی رہے گی۔ تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ (جامع ترمذی) یاد رہے۔ کہ! آنحضور نبی مکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر "**طویل خاموشی اور خوش خلقی**" کے خصائل کو بہترین عمل قرار دیا ہے۔

حقوق السمع : تمہارے کان کا تم پر یہ حق ہے۔ کہ! تم اسے اپنے دل کا راستہ بنانے سے پاک رکھو۔ مگر ہاں! اسے اس بہترین بات کے لئے دل کا راستہ بناؤ۔ جو تمہارے دل میں پیدا ہو۔ جو کہ تمہیں بہترین اخلاق سے آراستہ کرے۔ کیونکہ کان (دراصل) دل کا راستہ

ہے۔اور وہ بہترین معنیٰ کا ادراک کرتا ہے۔کان (ہی) دل تک خیر و شر کو پہنچاتا ہے۔اور طاقت وقوت تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔
شرح: قرآنِ حکیم میں آیا ہے۔کہ! **اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنۡهُ مَسۡئُوۡلًا** ۔بے شک! کان ،آنکھ اور دل (یعنی ان تینوں) کے بارے میں (روزِ حساب) پوچھا جائے گا۔(سوہ الاسراء)
حقوق البصر: تمہاری آنکھ کا تم پر یہ حق ہے۔کہ! اس کو اس چیز سے بند کرلو۔جوکہ تمہارے لئے حلال و رَوا نہیں ہے۔آنکھ سے وہی دیکھو۔جس سے کہ عبرت حاصل ہوسکے۔اورجس سے کہ تم بینا ہوجاؤ۔جہاں سے تم کوئی علم حاصل کرسکو۔کیونکہ! آنکھ عبرت حاصل کرنے کا (سب سے مؤثر) ذریعہ ہے۔
شرح: قرآنِ حکیم میں آیا ہے۔کہ! **قل المؤمنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ط ذلک ازکی لھم ط ان اللہ خبیر م بما یصنعون** ۔مومن مَردوں سے کہہ دو۔کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔(کیونکہ) یہ ان کے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے۔اور یہ جو بھی (ٹھیک یا غلط کام) کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اُن سے باخبر ہے۔(سورہ النور۔آیت 30) **اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنۡهُ مَسۡئُوۡلًا** ۔بے شک! کان ،آنکھ اور دل (یعنی ان تینوں) کے بارے میں (بروزِ حساب) پوچھا جائے گا۔(سوہ الاسراء) حضرت رسول مکرم ﷺ نے فرمایا۔کہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔آنکھ کی نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے۔جس نے اسے میرے خوف کی وجہ سے چھوڑ دیا۔مَیں اسے ایسا ایمان نصیب کروں گا۔جس کا ذائقہ وہ اپنے قلب میں محسوس کرے گا۔(الترغیب والترھیب) جس مسلمان کی نظر کسی عورت کے حُسن پر پڑے۔اور وہ اپنی نگاہ جھکالے۔تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو عبادت کی لذت عطا فرمائے گا۔(الحدیث)
حقوق الرجلین: تمہارے پاؤں (پیروں) کا تم پر یہ حق ہے۔کہ! اُن کے ذریعے اُس چیز کی طرف نہ جاؤ۔جو تمہارے لئے حلال نہیں ہے۔اور انہیں اس راستے کے لئے اپنی سواری مَت بناؤ۔جو چلنے والے کی سُبکی کا باعث ہوتا ہے۔کیونکہ وہ تمہیں اُٹھاتے ہیں۔اور دین کی طرف لے جاتے ہیں۔اور تمہارے آگے بڑھنے کا سبب ہوتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قوت و طاقت نہیں ہے۔
حقوق الید: تمہارے ہاتھ کا تم پر یہ حق ہے۔کہ! اسے اُس چیز کی طرف مَت بڑھاؤ۔جو تمہارے لئے حلال نہیں ہے۔(کیونکہ اگر تم ایسے کروگے۔تو یقیناً) آخرت میں تم اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہوجاؤ گے۔اور دنیا میں بھی لوگوں کی ملامت سے محفوظ نہیں رہوگے۔اور اسے اس چیز سے بند نہ رکھو۔جو اللہ تعالیٰ نے تم پر واجب کی ہے۔اور اس کا اس طرح سے احترام کرو۔کہ ان سے اُن بہت سے کاموں کو انجام نہ دو۔جو اُن کے لئے حلال نہیں ہیں۔اور ان کو ان چیزوں کے لئے رکھو۔جن میں ان کا کوئی نقصان نہیں ہے۔پھر اگر اس دنیا میں دستِ حرام سے باز رہے اور عقل وشرافت سے کام لیا۔تو آخرت میں ان کے لئے ثواب ہے۔
شرح: قرآنِ حکیم میں آیا ہے۔کہ! **و کلوا واشربوا ولا تسرفوا** ۔اور کھاؤ اور پیو اور اسراف مَت کرو۔(سورہ الاعراف) حضرت سیدنا رسولِ مکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔(کہ) کسی آدمی نے کوئی برتن اپنے شکم سے زیادہ بُرا نہیں بھرا۔آدمی کے لئے چند لقمے ہی کافی ہیں۔جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھ سکیں۔اور اگر زیادہ ہی کھانا ضروری ہو تو پیٹ کا ایک تہائی حصہ اپنے کھانے کے لئے ،ایک تہائی (حصہ) پانی کے لئے اور ایک تہائی (حصہ) سانس لینے کے لئے باقی رکھے۔(جامع ترمذی) مسلمان وہ ہے۔جس کے ہاتھ اور زبان سے دیگر مسلمان محفوظ رہیں۔(صحیح بخاری و مسلم)
حقوق البطن: تمہارے پیٹ (شکم) کا تم پر یہ حق ہے۔کہ! اسے قلیل وکثیر حرام کا ظرف مَت بناؤ۔بلکہ حلال میں بھی اسے اس کے اندازے کے مطابق (خوراک) فراہم کرو۔اسے تقویت کی حد سے نکال کر پُرخوری اور بے مُروّتی کی حد تک نہ پہنچاؤ۔اور جب بھوک و پیاس میں مبتلا ہو۔تو اسے قابو میں رکھو۔کیونکہ! شکم پُری (درحقیقت) سُستی وکسالت (کاہلی) کا باعث ہوتی ہے۔اور ہر نیک و مستحسن امر کی انجام دہی سے باز رکھتی ہے۔اور جو (بھی) مشروب اپنے پینے والے کو مست کردے۔تو وہ اس کی سُبکی ،نادانی اور بے مروتی کا سبب ہوتا ہے۔
حقوق الفرج: تمہاری شرمگاہ کا تم پر یہ حق ہے۔کہ! اسے اس چیز سے محفوظ رکھو۔جو تمہارے لئے حلال نہیں ہے۔اور اس سلسلے میں تم آنکھیں بند کرنے سے مدد حاصل کیا کرو۔کہ یہ بہترین معاون ہے۔دوسرا یہ کہ (ہروقت) موت کو یاد کرنے اور اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ سے ڈرانے سے بھی معاونت حاصل کرو۔اور اس سلسلے میں عصمت وتحفظ اور تائید اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔اور اس کی طاقت وقوت کے علاوہ کوئی طاقت وقوت نہیں ہے۔
شرح: قرآنِ حکیم میں آیا ہے۔کہ! مومن مَردوں سے کہہ دو۔کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔(کیونکہ) یہ ان کے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے۔(سورہ النور) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔جو شخص دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (یعنی زبان) اور دونوں ٹانگوں کے درمیان کی چیز (یعنی شرم گاہ) کی ذمہ داری دے دے۔(تو) مَیں اس کے لئے جنت کی ذمہ داری دیتا ہوں۔(صحیح بخاری)
حقوق الصلاۃ: نماز کا حق یہ ہے۔کہ! یہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچاتی ہے۔اور نماز میں تم اللہ تعالیٰ کے رُوبرو کھڑے ہوتے ہو۔اور جب تم اس بات کی طرف متوجہ ہوجاؤ۔کہ تم اللہ تعالیٰ کے سامنے ہو۔تو تمہیں اس طرح (ادب ،احترام اور حضوری میں) کھڑا ہونا چاہئیے۔جس طرح سے کہ! ذلیل ،عاجز ،خورد ،مشتاق ،حیران ،خوفزدہ ،امیدوار ،محتاج ،زاری کرنے والا کھڑا ہوتا ہے۔اور جس (عظیم ہستی) کے رُوبرو تم کھڑے ہو۔اس کی عظمت کو سمجھتے ہوئے ساکن ،سر جھکائے ،اعضاء کے خشوع کے اور فروتنی کے ساتھ اس کی عظمت کا لحاظ رکھو۔اور اپنے دل میں اس سے بہترین طریقہء مناجات و دُعا کے ذریعے اپنی گردن کو اُن خطاؤں سے آزاد کرنے کی (دائماً) التماس کرو۔جو اس کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔اور ان گناہوں کی بخشش کی دعا کرو۔اور ربِ متعال کے سوا کوئی قوت وطاقت نہیں ہے۔

حقوق الصوم : روزہ کا حق یہ ہے۔کہ! تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے۔کہ! روزہ ایک حجاب (پردہ) ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری زبان، تمہارے کان، تمہاری آنکھ، تمہاری شرمگاہ اور تمہارے پیٹ پر ڈال دیا ہے تا کہ اس کے ذریعے تمہیں آگ سے بچائے۔ پھر اگر تم نے روزہ (رکھنا) چھوڑ دیا۔ تو تم نے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے پردے کو چاک کر ڈالا۔ اسی طرح سے ایک حدیثِ نبوی ﷺ میں بھی بیان ہوا ہے۔کہ! روزہ جہنم سے بچنے کے لئے تمہاری زرہ ہے۔

شــرح : اگر اس پردے سے تمہارے اعضاء و جوارح کو آرام میسر ہوتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے۔کہ! تمہیں یہ امید ہوگئی ہے۔کہ! تم پردے میں ہو۔ اور اگر تم نے اس پردے کا پاس ولحاظ نہ رکھا۔ تو (گویا کہ) تم نے اس پردے میں خلل ورخنہ ڈال دیا۔ اور جب تم نے پردہ اُٹھایا۔ تو تمہاری نگاہ اس چیز کو دیکھے گی۔کہ جس کو تمہیں نہیں دیکھنا چاہیئے۔ (کیونکہ) وہ شہوت کو بھڑکانے والی ہے۔ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ سے نکال دے گی۔ اور جہاں پر پردہ چاک ہو جائے۔ اور تم اس سے باہر جاؤ۔ تو وہاں تمہیں خود کو محفوظ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ قوت وطاقت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

حــقوق الحج : حج کا حق یہ ہے۔کہ! تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے۔کہ! یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک سفر اور تمہارا اپنے گناہوں سے اس کی طرف فرار ہے۔ حج کے وسیلے سے تمہاری دُعا قبول ہوتی ہے۔ اور تم اس واجب عمل کو انجام دیتے ہو۔کہ جس کو اللہ تعالیٰ تم پر واجب کیا ہے۔

حــقوق الصد قه : صدقہ کا حق یہ ہے۔کہ! تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے۔کہ! یہ تمہارے پروردگار کے پاس تمہارا ذخیرہ اور امانت ہے۔کہ جس کے لئے گواہ لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور جب تمہیں یہ معلوم ہو گیا۔ تو جو صدقہ تم خفیہ طور پر دو گے۔ تو تم اس صدقے کی بہ نسبت زیادہ مطمئن رہو گے۔ اور جو تم کھلم کھلا دیتے ہو۔ تمہارے شایانِ شان یہی ہے۔کہ جو تم نے آشکار طور پر کیا ہے۔ اب اسے چھپا کر انجام دو۔ بہر حال! (تم ہمیشہ) اس طرح سے صدقہ دو۔کہ اسے نہ کان سنیں نہ آنکھیں دیکھیں۔ بلکہ سربستہ طور پر دو۔ اور تمہیں اس پر یہ اعتماد ہونا چاہیئے۔کہ! کہ وہ تمہاری طرف پلٹ کر آئے گا۔ (اور تم) اس شخص کی مانند نہ ہو جاؤ۔کہ جو صدقہ کے واپس لوٹنے (بہتر اور زیادہ طور سے واپس پلٹ آنے) پر اعتماد نہیں رکھتا۔

پھر اپنے اسی صدقہ کے ذریعے کسی پر احسان نہ جتاؤ۔ کیونکہ! وہ تمہارا ہی ہے۔ اگر اس پر تم احسان جتاؤ گے۔ تو تم محفوظ نہیں رہو گے۔ بلکہ اسی بدحالی (ریا اور شرکِ خفی) میں مبتلا ہو جاؤ گے۔کہ جس میں وہ شخص مبتلا ہے۔ جس پر تم نے احسان جتایا ہے۔ کیونکہ! یہ اس بات کی دلیل ہے۔کہ تم نے یہ نہیں چاہا۔ کہ وہ مال تمہارا ہے۔ اگر تم یہ چاہتے۔کہ وہ تمہارے لئے باقی رہے۔ تو تم کسی پر احسان نہ جتاتے۔ طاقت تو صرف اللہ تعالیٰ ہی طرف سے ہے۔

حقوق الھدی : قربانی وھدی کا حق یہ ہے۔کہ! تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے۔کہ! تم اسے اپنے پروردگار کے لئے خالص کرو۔ اور اسے اس کی رحمت وقبولیت کے لئے پیش کرو۔ لوگوں کو دکھانے کے لئے نہیں۔ اگر تم اس طرح (بغیر دکھاوے کے) قربانی کرو گے۔ تو خود کو زحمت میں نہیں ڈالو گے۔ اور نہ تکلف کرو گے۔ کیونکہ! اس سے تمہارا مقصد قربانی ہے۔ جان لو۔کہ! تم خداوندِ عالم کی بارگاہ میں بآسانی باریاب ہو گے۔ اور (تمہیں) محنت ومشقت نہیں ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی تکلیف کو آسان کر دیا ہے۔ اور انہیں سختی میں مبتلا نہیں کرنا چاہا۔

اس (رب) کی بارگاہ میں تمہارا فروتنی کرنا تمہارے لئے تکبر کرنے سے بہتر ہے۔ کیونکہ کلفت ومشقت بھوکے لوگوں کے لئے ہے۔ لیکن فروتنی اور درویش منشی میں کوئی تکلیف ہے اور نہ ہی کوئی خرچ۔ کیونکہ یہ فطرت وسرشت کے مطابق ہے۔ اور طبیعت میں موجود ہے۔ اور قوت وطاقت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

حقوق الا ستاد : اُستاد کا حق تم پر یہ ہے۔کہ! اُس کی تعظیم (احترام اور اَدب) کرو۔ اُس کے درس کی مجلس کا احترام کرو۔ اور اُس کے درس کو غور سے سنو۔ اور ہمہ تن گوش اس کی طرف متوجہ رہو۔ اور اس کی مدد کرو۔ تا کہ وہ تمہیں اس چیز کی تعلیم دے۔ جس کی تمہیں حاجت ہے (ضرورت) ہے۔ اس سلسلے میں تم اپنی عقل کو آمادہ (Ready) کرو۔ اور اپنے فہم وشعور اور دل کو اس کے سپرد کر دو۔ اور لذتوں کو چھوڑ کر اور اس کی خواہشات کو گھٹا کر اپنی نظر کو اس پر مرکوز کر دو۔ تمہیں یہ (بات ضرور) جان لینی چاہیئے۔کہ! جو چیز وہ تمہیں تعلیم دے رہا ہے۔ اس میں تم اس کے قاصد ہو۔ چنانچہ تمہارے اوپر لازم ہے۔کہ اس چیز کی تم دوسروں کو تعلیم دو۔ اور اس فرض کو تم بخوبی سرانجام دو۔ اور اس کا پیغام پہنچانے میں خیانت نہ کرو۔ اور جس چیز کا تم نے اپنے (اوپر) ذمہ لیا ہے۔ اس پر لازمی عمل کرو۔ اور طاقت وقوت صرف اللہ تعالیٰ (ہی) کی طرف سے ہے۔

شرح : حضرت رسولِ مکرم ﷺ نے فرمایا۔ بہترین صدقہ یہ ہے۔کہ! مسلمان آدمی علم سیکھے۔ پھر اپنے مسلمان بھائی کو (علم) سکھائے۔ (سنن ابنِ ماجہ)
حضرت رسولِ مکرم ﷺ نے فرمایا۔ مَیں تمہارے لئے والد کی طرح ہوں۔ (کیونکہ میں) میں تمہیں (مختلف علوم وفنون) سکھاتا ہوں۔ (سنن ابی داؤد)
حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰؓ سے منسوب ومنقول ایک قول نہایت معروف ہے۔کہ! جس نے مجھے ایک لفظ بھی سکھایا۔ وہ میرا اُستاد ہے۔ اور مَیں اس کا غلام ہوں۔ (ایک حدیث میں ہے۔کہ) جس شخص نے علم کا ایک باب سیکھا۔ تا کہ وہ لوگوں کو سکھائے۔ (تو) اسے ساٹھ صدیقوں کا ثواب عطا کیا جائے گا۔

حقوق الرعیة با لعلم : شاگرد کا حق یہ ہے۔کہ! تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے۔کہ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو علم دیا ہے۔ اور حکمت کا جو خزانہ تمہیں دیا ہے۔ اس میں تمہیں شاگردوں کو سرپرست بنایا ہے۔ پھر اگر تم نے اس سرپرستی کے حق کو اچھی طرح سے ادا کر دیا ہے۔ اور اس کے مہربان خزانچی اور خیر خواہ مولا (مددگار) قرار پائے۔ جو کہ صابر خواہ ہے۔ جب وہ کسی ضرورت مند کو دیکھتا ہے۔ تو وہ اپنے پاس موجود اموال میں سے اسے دیتا ہے۔ تم رشد یافتہ اور با ایمان خادم ہو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے خیانت کار اور اس کی مخلوق کے لئے ظالم اور عزت ونعمت کے سلب ہونے کا سبب ہو۔

حقوق الزوجۃ : شریکِ حیات (بیوی) کا حق یہ ہے۔ کہ! نکاح کے ذریعے جو حق تمہارے اوپر مسلّم ہو گیا۔ تم جان لو کہ! اسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے باعثِ سکون و آرام اور مونس و انیس اور نگہبان قرار دیا ہے۔ اور اسی طرح تم دونوں (میاں بیوی) پر یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ کہ اپنے شریکِ حیات کے وجود پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ اور یہ جان لو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ جو اس نے اسے عطا کی ہے۔ اسی لئے ضروری ہے۔ کہ! وہ اللہ تعالیٰ کی (اس) نعمت کی قدر کرے۔ اور اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔ اگر تمہاری شریکِ حیات پر تمہارا حق زیادہ سخت ہے۔ جو تم پسند کرتے ہو۔ اور جو تم ناپسند کرتے ہو۔ اس میں اس پر تمہاری طاعت زیادہ لازم ہے۔ بس اس میں گناہ نہ ہو۔ لیکن اس کا بھی تم پر یہ حق ہے۔ کہ! تم اس کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آؤ۔ اور وہ بھی اس لذت اندوزی کے لئے تمہارے لئے مرکزِ سکون ہے۔ کہ جس سے مفر (فرار و چھٹکارہ) نہیں ہے۔ اور یہ بجائے خود بڑا حق ہے۔ اور نہ (ہی) اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی طاقت نہیں ہے۔

حقوق الام : ماں کا تمہارے اوپر یہ حق ہے۔ کہ! تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے۔ کہ! وہ تمہیں ایک مدت تک اپنے پیٹ میں) اس طرح سے اُٹھائے رہی۔ کہ! اس طرح سے کوئی بھی کسی کو نہیں اُٹھاتا ہے۔ اور پھر (بطن سے اخراج کے بعد) اپنے میوہءدل دودھ (یعنی پستان) سے تمہیں خوراک بھی فراہم کرتی رہی۔ اس طرح سے کوئی (بھی) کسی کو خوراک نہیں دیتا۔ اپنے کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، بال اور کھال سے تمہیں خوراک دی۔ کہ اس طرح سے کوئی کسی کو نہیں دیتا۔ اپنے کان، آنکھ، پیر، بال، کھال بلکہ اپنے جملہ اعضاء و جوارح کے ساتھ خوشی خوشی تمہارا بوجھ اُٹھائے پھرتی رہی۔ اگرچہ اس کی وجہ سے مسلسل زحمتوں، تکالیف اور مشکلات مین (بھی) مبتلا رہی۔ یہاں تک کہ دستِ قدرت نے تمہیں اس سے جُدا کر دیا۔ اور (پھریوں) تمہیں زمین پر اُتار دیا۔ اس نے تمہیں شکم سیر کیا۔ (جبکہ وہ) خود بھوکی (و پیاسی بھی) رہی۔ تمہیں لباس پہنایا۔ (جبکہ) خود عریاں رہی۔ تمہیں سیراب کیا۔ جبکہ خود پیاسی رہی۔ خود تو دھوپ کی شدت (حدت و گرمی کو) سہتی رہی۔ (جبکہ) تمہیں سائے میں رکھا۔ اس کی بے چینیوں میں تم نے آرام پایا۔ خود (تو) بیدار رہی۔ (مگر) تمہیں سلایا۔ اس کا پیٹ تمہارا مسکن، اس کا گھر تمہاری حفاظت کا محل تھا۔ اس کے پستان تمہارے دودھ پینے کے لئے چشمہ اور اس کا نفس تمہارا نگہبان تھا۔ تمہارے لئے اس نے سردی و گرمی کو برداشت کیا۔ اس کی ان زحمتوں اور تکالیف کا شکریہ ادا کرو۔ لیکن (یاد رکھو۔ کہ) تم اللہ تعالیٰ کی توفیق و مدد کے بغیر اپنی ماں کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔

شرح : قرآنِ حکیم میں آیا ہے۔ کہ! اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ کرو۔ انہیں بُرا بھلا مت کہو۔ یہاں تک کہ اُف تک (بھی بالکل) مت کہو۔ انہیں (قطعاً) مت جھڑکو۔ بلکہ (ان کے ساتھ ہمیشہ) نرمی سے پیش آؤ۔ (اور لازمی طور پر) ادب و احترام سے کلام کرو۔ ا (القرآن) ایک شخص حضرت سیدنا رسولِ مکرم ﷺ کے پاس آیا۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! لوگوں میں سب سے زیادہ حُسنِ سلوک کا مستحق کون ہے؟ (تو) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تیری ماں۔ پھر کون؟ فرمایا۔ تیری ماں۔ اس طرح آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا ''ماں''۔ چوتھی مرتبہ باپ فرمایا۔ (متفق علیہ)

حقوق الاب : باپ کا حق تم پر یہ ہے۔ کہ! تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے۔ کہ! وہ تمہاری اصل بنیاد ہے۔ (کیونکہ) تم اس کی شاخ و فرع ہو۔ اگر وہ نہ ہوتے۔ تو تمہارا وجود (بھی) نہ ہوتا۔ پس جب تم اپنے اندر کوئی (بھی) ایسی چیز دیکھو۔ جو (کہ) تمہیں خود پسندی (Self-Appreciation) میں مبتلا کر دے۔ تو اس وقت تم یہ خیال کرو۔ کہ! اس نعمت کا سبب تمہارا باپ ہے۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر و ثناء کرو۔ اور اللہ تعالیٰ ی طاقت کے علاوہ کوئی طاقت نہیں ہے۔

حقوق الولد : تمہارے اوپر بیٹے کا حق یہ ہے۔ تم یہ جان لو۔ کہ! وہ تمہارا ہی ہے۔ دنیا میں تمہی سے وابستہ ہے۔ اس کا خیر و شر بھی تمہاری ہی طرف منسوب ہوتا ہے۔ اور یہ ذمہ داری (باپ کی حیثیت سے) تمہاری ہی ہے۔ کہ اسے ادب سکھاؤ۔ اس کے پروردگار کی طرف اس کی رہنمائی کرو۔ اور اس (ربِ متعال) کی اطاعت میں اس کی مدد کرو۔ اگر تم اس ذمہ داری کو پورا کرو گے۔ تو (یقیناً) ثواب پاؤ گے۔ اور اگر اس (رب کی اطاعت) کی انجام دہی میں کوتاہی کرو گے۔ تو سزا پاؤ گے۔ پس اس کے لئے اس طرح (کے) نیک اعمال کرو۔ کہ اس کا حسن و جمال دنیا میں آشکار ہو جائے۔ اور اس کی جو بہترین سرپرستی تم نے کی ہے۔ اور جو نتیجہ تم نے حاصل کیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے اور اس کے مابین ایک عذر ہو جائے گا۔

حقوق الذی المعروف : (احسان کرنے والے کا حق) جس نے تم پر احسان کیا۔ اس کا تم پر یہ حق ہے۔ کہ اس کا شکریہ ادا کرو۔ اور اس کا ذکرِ خیر کرو۔ اور اس کی اچھی باتوں کو پھیلاؤ۔ اور اس کے لئے خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو۔ کیونکہ! اگر اس نے ایسا کیا۔ تو گویا تم نے کھلم کھلا اور خفیہ طور پہ کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اگر تمہاری استطاعت میں ہو۔ تو اس کا بدلہ دو۔ ورنہ اس کے انتظار میں رہو۔ اور اس کام کے لئے خود کو آمادہ (تیار) رکھو۔

حضرت امامؑ نے متعدد حقوق پر قلم اُٹھایا ہے۔ شائقین اس رسالہ کو لازمی پڑھیں۔ اب ہم اس رسالہ کے شروع کے چند حقوق کی شرح بیان کرتے ہیں۔

جن کے کردار سے آتی ہو صداقت کی مہک ان کی تدریس سے پتھر بھی پگھل جاتے ہیں

شِرک سے بچاؤ کی دُعا : (بمطابق نزھۃ المجالس بروایت طبرانی)

جو شخص اِس دُعا کو تین مرتبہ روزانہ پڑھا کرے۔ تو وہ شِرک سے محفوظ رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ دُعا یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ اللھم انا نعوذبک من ان اُشرک بک شیئا نعلمہ و نستغفرک لما لا نعلمہ☆

تعلیماتِ محمدیہ (اَز حضرت شیخ احمد دباغ محمدی شاذلی)

قد افلح من تزکی ۔یقیناً! وہ (شخص) مراد کو پہنچا۔جس نے اپنے آپ (یعنی نفس) کو پاک کرلیا۔ (اسی طرح) **قد افلح من زکھا** ۔ یقیناً! وہ (شخص) مراد کو پہنچا۔جس نے اپنے آپ (یعنی نفس) کو پاک کرلیا۔**و قد خاب من دسھا** ۔ یقیناً! وہ ناکامی کو پہنچا۔جس نے اپنے آپ (نفس) کو خاک میں ملالیا۔حضرت امام غزالیؒ کے مطابق تزکیہ کے چار پہلوؤں سے انسان کو اپنی صفائی کی ضرورت ہے۔عقیدے کو شرک سے پاک رکھنا۔دل کو حسد، تکبر اور نفاق سے پاک رکھنا۔جسم کو بری حرکات سے پاک رکھنا۔لباس اور جسم کو گندگی سے پاک رکھنا۔پہلی دو شرائط کو پورا کرنے سے آخری دو شرائط کا پورا کرنا سہل ہوجاتا ہے۔

☆ **تزکیہ نفس کے لئے عملی اقدامات** :حضرت سیدی شیخ احمد دباغ صاحب (تربیت یافتہ از حضرت سیدی عبدالعزیز الدباغؒ) فرماتے ہیں۔ کہ! ہمارے سات اعضاء کی وجہ سے ہمارا دل زنگ آلود ہوجایا کرتا ہے۔لہذا ان کو مصفےٰ کرنا اور ان کا تزکیہ کرنا نہایت لازمی ہے۔تاکہ ہم اپنی گمشدہ میراث (صدق، اخلاص، راست گوئی، خوش خلقی، رضا، تقوی، توکل، فقر، صبر، سخاوت وغیرہا) کو دوبارہ حاصل کرلیں۔ (ان شاء اللہ) ان انعامات و سعادتوں کے حصول کے لئے تیس تیس دنوں پر مشتمل مشقیں ترتیب دی گئی ہیں۔اس کا جدول نیچے دیا گیا ہے۔اس سے متعلقہ تصاویر اگلے صفحے پر دی گئیں ہیں۔

حدیثِ نبوی ﷺ : آنحضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا۔اے ابوذرؓ! کیا مَیں تمھیں دو خوبیوں سے آگاہ نہ کردوں؟ (کہ) جن کی ادائیگی آسان ہے۔ (اور) وہ ترازو میں دیگر جملہ نیکیوں سے بھاری ہوں گی۔انہوں نے عرض کیا۔جی یارسول اللہ ﷺ! (تو) آپ ﷺ نے فرمایا۔تم حُسنِ خلق اور طویل خاموشی کو لازم پکڑلو۔اس ذات کی قسم (کہ) جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔مخلوقات نے کوئی ایسا عمل نہیں۔جو ان (دونوں اعمال) کے برابر ہو۔ (شعب الایمان)

بہرحال! مذکورہ سات اعضاء کے اسماء یہ ہیں۔زبان، آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، پیٹ اور شرم گاہ۔ (ان سات اعضاء کے کچھ گناہ یہ ہیں)

1۔ **زبان** : جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، اللہ اور رسول یا کسی نبیؑ سے متعلق جھوٹی بات کرنا، چغلی کھانا، اپنی بڑائی بیان کرنا، خوشامد کرنا، نفاق، لعنت ملامت کرنا، جھوٹا وعدہ کرنا، دل آزاری کرنا، تہمت لگانا، گالم گلوچ کرنا، فحش کلامی کرنا، راز ظاہر کرنا، بہت باتیں کرنا، ہنسی مذاق کرنا وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔

2۔ **آنکھ** : غیرمحرم کو دیکھنا، حقارت سے دیکھنا، فلم ڈرامے اور ناجائز ویڈیو دیکھنا، دنیاوی چیزوں کو ضرورت سے زیادہ دیکھنا۔غلط اشارے کرنا۔

3۔ **کان** : جھوٹ سننا، غیبت سننا، گانے سننا، میوزک سننا، فضول باتیں سننا، غیرمحرم کی آواز سننا، چھپ چھپ کر اوروں کی باتیں سننا وغیرہ۔

4۔ **ہاتھ** : چوری کرنا، قلم کا غلط و ناجائز استعمال کرنا، غیرمحرم کو چھونا، ہاتھ سے غلط اشارے کرنا۔

5۔ **پاؤں** : غیرمحرم کی طرف جانا، بغیراجازت کمرے یا لوگوں کے درمیان جانا، فلم ڈرامے یا ناجائز ویڈیو دیکھنے جانا، فضول جگہوں پر جانا۔

6۔ **پیٹ** : حرام کھانا اور پینا، پیٹ بھر کر کھانا کھانا، شراب پینا، نشہ آور چیز کا کھانا اور پینا، سگریٹ یا چرس کا دَم کھینچنا، بھنگ پینا وغیرہا۔

7۔ **شرم گاہ** : زِنا اور لواطت کرنا، ہم جنسی پرستی کرنا، ناپاکی میں تادیر رہنا، شرم گاہ کو نہ چھپانا، شرم گاہ کو کسی سے مَس کرنا۔مشت زنی کرنا۔

(یادرہے۔کہ! ان سات اعضاء کا تزکیہ کوئی نئی یا عجیب بات نہیں ہے۔اس پر متعدد علمائے حق نے قلم اُٹھایا۔بالخصوص امام غزالی نے اپنی کتاب ''منہاج العابدین'' میں اختصار کے ساتھ جبکہ حضرت شیخ اکبر سید محی الدین ابن عربیؒ نے کتاب ''مواقع النجوم'' میں مفصل بیان فرمایا ہے۔وہاں تفصیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے)

تفصیلِ مشق : سب سے پہلے زبان سے متعلقہ جملہ گناہوں سے مسلسل 30 تک کامل پرہیز کرنا ہے۔اَب جس دن سے تزکیہ زبان شروع کرنا ہو۔اس دن کو پہلی تاریخ تصور کرتے ہوئے پہلے (صبح سویرے اُٹھ کر) صلوٰۃ التوبہ پڑھیں۔اور زبان سے متعلقہ تمام گناہوں سے سارا دن پرہیز کریں۔اگر سارا دن ان تمام گناہوں سے پاک گزرے تو رات کو سونے سے پہلے پہلی تاریخ میں ٹک مارک (صحیح نشان) لگا کر سوجائیں۔اسی طرح روزانہ روٹین بنالیں۔اگر خدانخواستہ کسی بھی دن زبان سے متعلقہ کوئی گناہ ہوجائے۔تو اس دن X (غلط کا نشان) لگائیں۔اَب گھبرائیں نہیں۔بلکہ یہ تو مشق کی شروعات ہیں۔اگلے دن کو دوبارہ پہلا دن تصور کرکے اسی روٹین کو دوبارہ شروع کریں۔یادرہے۔کہ! آپ کی زبان کا تزکیہ و تصفیہ اُس دن مکمل ہوگا۔کہ جس دن آپ نے مسلسل **30** دن تک زبان سے متعلق کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

تفاصیلِ گناہ	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30
جھوٹ ۔غیبت																														
خوشامد۔کبریائی																														
تہمت ۔نفاق																														
فحش کلام۔گالم گلوچ																														
اللہ تعالیٰ یا نبیؑ سے متعلق جھوٹ																														
دل آزاری																														

علیٰ ہذا القیاس۔۔۔ مذکورہ بالا جدول ساتوں اعضاء سے متعلق اسی طرح سے بنیں گے۔بہتر یہ ہے۔کہ! سب سے پہلے **30** دنوں میں زبان کے تزکیہ کے عظیم مقصود و مطلوب کے حصول کے لئے خوش خلقی سے پیش آنا اور ہمہ وقتی خاموشی کو اختیار کرتے ہوئے جھوٹ غیبت چغلی و منافقت سے کامل پرہیز کیا جائے۔

قلب کی حیثیت : قلب کی درستگی نہایت ضروری ہے۔کیونکہ! اَلَاوَ اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَ تْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ . اَلَا وَ هِیَ الْقَلْبُ ۔سُن لو۔ (ہر انسان کے) بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔جب وہ درست ہوگا۔تو سارا بدن درست ہوگا۔اور (اگر خدانخواستہ وہی حصہ) بگڑا۔تو سارا بدن بگڑ گیا۔سن لو۔وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے۔ (صحیح بخاری۔نمبر 52)

ایک عام انسان مندرجہ ذیل سات اعضاء کی وجہ سے اپنے دین و دنیا کو برباد و تباہ کر کے مہذب معاشرے کا ناسور بن جاتا ہے۔

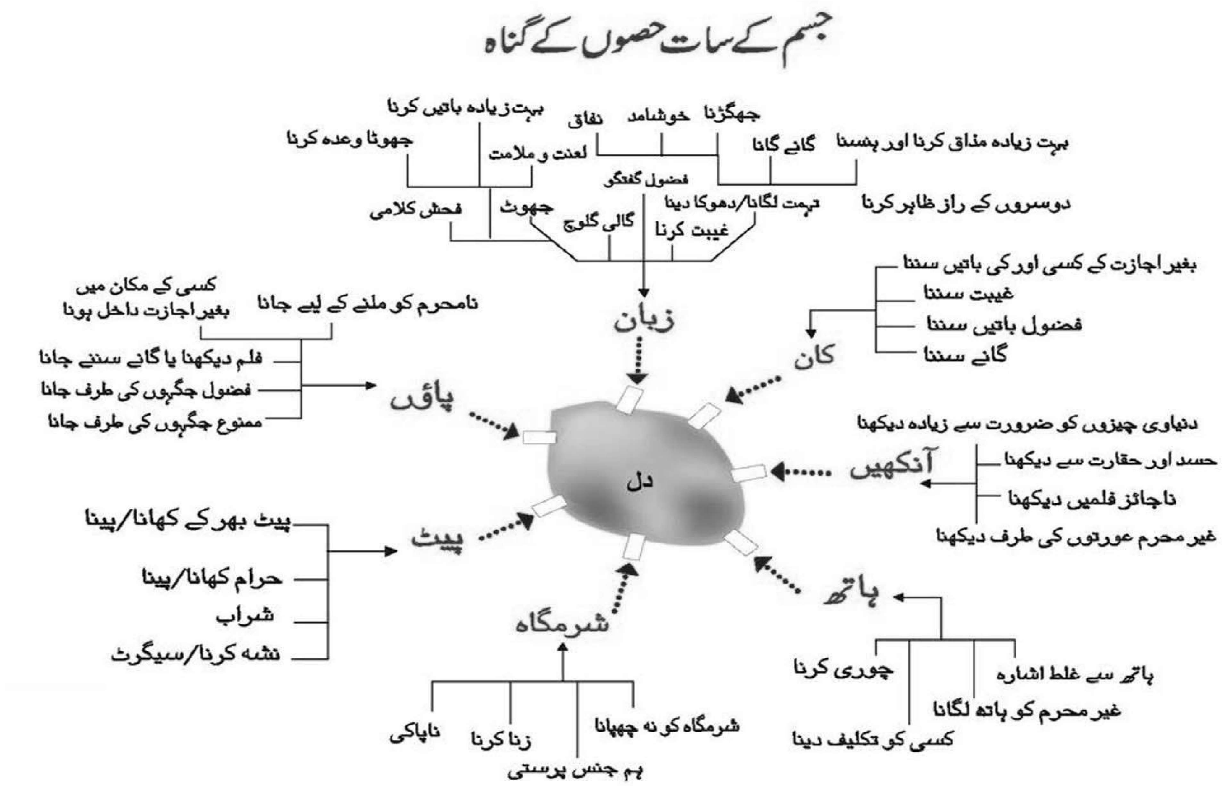

ایک عام انسان مندرجہ ذیل سات اعضاء کی وجہ سے اپنے دین و دنیا کو سنوار کر معاشرے کا ایک مہذب شہری بن جاتا ہے۔

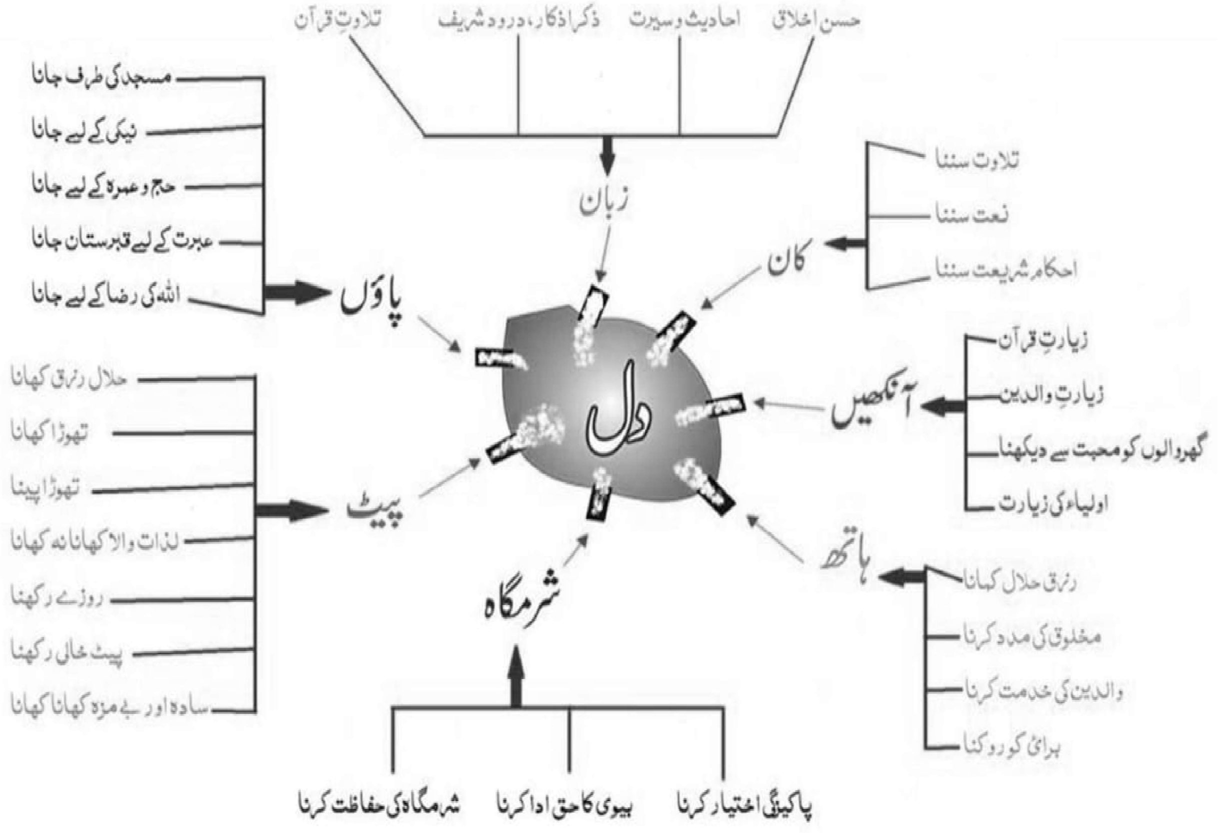

اللہ تعالیٰ کے قُرب و رضا کا حصول اور جنت کا راستہ :

حضرت شیخ احمد دباغ صاحب کی تعلیمات (مع شرح واضافہ) میں ہے۔ کہ! جو بھی بندہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کی چاہت رکھتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے انعام کی جگہ جنت تک پہنچنے کی تمنا رکھتا ہو۔ تو ان خواہشات کو پورا کرنے کے لئے سب سے پہلے صدق نیت سے اللہ تعالیٰ سے طلب کرے۔ یعنی اپنے سفر کے آغاز کو غفلت اور گناہوں کی غلیظ حالت سے اللہ کی رضا وقرب اور جنت کے راستے پر خود کو مصمم ارادے اور مسلسل جدوجہد سے شروع کرے۔ اس سفر کا آغاز سچی اور حقیقی طلب کے بعد 4 شرائط کے پہاڑ سے شروع ہوگا۔ عقیدہ، فقہ، توبہ اور مجاہدہ۔ **عقیدہ** : عقیدہ یعنی اسلامی عقائد ونظریات کا بنیادی علم۔ عقیدے کی بنیاد 7 چیزوں پر ایمان لانا ہے۔ اللہ پر، ملائکہ پر، آسمانی کتب پر، انبیاءؑ پر، روزِ قیامت پر، تقدیر پر، موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر۔ (بمطابق حدیث: **ان تؤمن باللہ و ملائکتہ و کتابہ و لقائہ و رسلہ وتؤمن بالبعث الآخر**) اور عقیدہ اہل سنت والجماعت والا ہو۔ جیسے حضرت امام ابوحنیفہؒ ، حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ ۔ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ وغیرہا کا تھا۔ **فقہ**: اسلامی قوانین یعنی شرعی قانون کے بنیادی علم کو فقہ کہا جاتا ہے۔ فقہ دراصل نفس کے حقوق، فرائض اور واجبات کو جاننے کا نام ہے۔ فقہ کے چار بنیادی مأخذ اور ذرائع ہیں۔ قرآنِ حکیم ، سنت (یعنی آنحضرت ﷺ کے اقوال واعمال) ، اجماع اور قیاس۔ لیکن فقہ کے سب سے بڑے اور بنیادی مأخذ قرآنِ حکیم اور احادیثِ صحیحہ ہیں۔ فقہائے کرام، آئمہ اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) و مجتہدین حقہ کے وضع کردہ تمام قوانینِ شرعیہ درحقیقت احادیث کی شرح ہیں۔ جبکہ احادیث قرآنِ کریم کی بہترین تفسیر ہیں۔ **توبہ** : توبہ رجوع کرنے ، پلٹنے اور متوجہ ہونے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ سابقہ گناہوں سے توبہ اور آئندہ برے امور واعمال نہ کرنے کا مضبوط ارادہ ونیت توبہ کے مفاہیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ! اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی توبہ کرو۔ جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔ (یعنی کہ) انسان کا اپنے جملہ صغیرہ وکبیرہ ، دانستہ ونادانستہ اور ظاہری وباطنی گناہوں سے نادم ہو کر توبہ کر کے دوبارہ ہر قسم کے گناہوں سے بچنا حقیقی توبہ کہلاتا ہے۔ ہر مسلمان پر ہر حالت میں ہر وقت توبہ کرتے رہنا واجب ہے۔ حتیٰ کہ آنحضور ﷺ بھی روزانہ استغفار کیا کرتے تھے۔ توبہ کا عمل اللہ تعالیٰ کو پسند اور انسان کے لئے صریح سعادت ونعمت کی بات ہے۔ کیونکہ! **ان اللہ یحب التوابین**۔ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (قرآن) **مجاھدہ** : فقہا۔ مجاہدہ دراصل جہد سے مستخرج ہے۔ یعنی نہایت کوشش کرنا۔ یہاں پر مجاہدہ کا مفہوم یہ ہے۔ کہ! اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے ذہنی طور پر مجاہدے یعنی مضبوط ارادے اور نیت کے ساتھ حتی الامکان کوشش کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا** ۔ جنہوں نے ہماری راہ میں جہد (بھرپور کوشش) کی۔ تو ہم انہیں ضرور اپنے راستے دکھائیں گے۔ (العنکبوت) یعنی کہ! انسان جب اپنا عقیدہ درست کرنے کے بعد عبادت وطہارت کا علم سیکھ کر فرائض وسنن کو اخلاص کے ساتھ پورا کرتا ہے۔ غفلت اور گناہوں میں بسر کی گئی پچھلی زندگی سے حقیقی توبہ کرتا ہے۔ اور رب متعال کو راضی کرنے کے لئے مجاہدے اور کوشش میں مصروف ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہدایت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ ☆☆ چار شرائط کی پہاڑی کو عبور کرنے کے بعد تزکیہ کا پُل آتا ہے۔ جس کے اندر نفس کا تزکیہ درحقیقت جسم کو سنوارنے ، دماغ کو نیک خیالات سے مزین کرنے ، دل کو قلب سلیم میں ڈھالنے اور روح کو روشن وقوی کرنے والے امور لازمی ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزمائش کے لئے جسم عطا فرمایا ہے۔ اور جسم کے اندر نفس، دل، دماغ اور روح عطا فرمائے ہیں۔ مزید برآں یہ کہ! کہ نفس کا تزکیہ، اخلاص کے بغیر عبور کرنا نہایت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ تزکیہ یعنی صاف ہوجانا اور اللہ تعالیٰ کی چاہت کے مطابق خود کو ڈھال لینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پسند کو اپنانا اور اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ اُمور سے مکمل اجتناب کرنا درحقیقت تزکیہ کہلاتا ہے۔ یاد رہے۔ کہ! جسم کے سات اعضاء سے انسان کا آزمایا جاتا ہے۔ جسم کا تزکیہ زبان، آنکھیں، ہاتھ، کان، پاؤں، پیٹ اور شرمگاہ سے ہی ممکن ہے۔ دماغ کا تزکیہ، گناہوں کی نفی، مناجات، مسنون اذکار اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی حضوری کے بناء ممکن نہیں۔ دل کا تزکیہ اخلاص، تواضع، توبہ، شکر، رضا سے ممکن ہوتا ہے۔ جب جسم، دل اور دماغ کا تزکیہ پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ تو روح ازخود روشن اور قوی ہو جائے گی۔ (ان شاءاللہ) ☆☆ تزکیہ کے اس پُل کو عبور کرنے کے بعد انسان کو چار مقاصد اور صفات کے پہاڑ کو عبور کرنا لازمی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر وقت حضوری، مخلوقِ خدا پر ہر وقت شفقت کرنا، اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترجیح اول دینا اور حضرت رسالت مآب ﷺ کی سنتوں اور احادیثِ صحیحہ کو ترجیح دینا۔ لیکن یاد رہے۔ کہ! ان چار مقاصد اور صفات کے پہاڑ کو عبور کرتے وقت اچھے خواب شروع ہو جائیں گے، کشفی صلاحیت پیدا ہو جائے گی، احساسات (غیبی امور کی اطلاع بمثل القاء والہام کی سی کیفیت) اور کرامات وخوارق العادات کا ظاہر ہونا۔ لیکن یہ جملہ چیزیں مقاصد نہیں ہیں۔ کہ انسان انہیں میں پھنس کر رہ جائے۔ ☆☆ اس پہاڑ کو عبور کر کے انسان اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے لائق ہو جاتا ہے۔ اور اُس میں انتہادرجہ کی عاجزی، انکساری اور اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔ اور بالآخر بندہ کی رسائی ایک بڑے مقصد یعنی مقصودِ اعظم تک جا پہنچتی ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کے قرب ورضا اور جنت کے پانے تک کا راستہ ہے۔ یہاں پر سالک کا ظاہری سفر ختم ہو جاتا ہے۔

☆☆ اس تمام سفر (یعنی راہ بطرفِ بہشت) کے بعد اَب یہاں پر استقامت واستقلال اور ہمہ وقت شکر گزاری کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اور اس بندے کی یہ ڈیوٹی ہو جاتی ہے۔ کہ! وہ آنحضور نبی مکرم ﷺ کی عظیم اُمت کو بھی اسی راستے کا وقوف وادراک اور شناسائی فراہم کرنے میں معاون ومددگار رہو۔ اور انہیں بھی صدقِ نیت اور خلوص قلب سے اس راستے پر چلانے کی بھرپور کوشش کرے۔ دعوت وتبلیغ کو جاری کرے۔ ہر وقت ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو ترجیح اول رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتا رہے۔

انسان رب کی رضا کو کیسے حاصل کرتا ہے یا (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کے غضب کا کن اسباب سے باعث بنتا ہے۔ آگے دی گئی **تصاویر** میں واضح کیا گیا ہے۔

ایک عام انسان اپنی دینی و دنیاوی تباہی اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے قریب کس طرح سے ہوتا ہے؟ نیچے والے جدول کو غور و تفکر سے ملاحظہ کریں۔

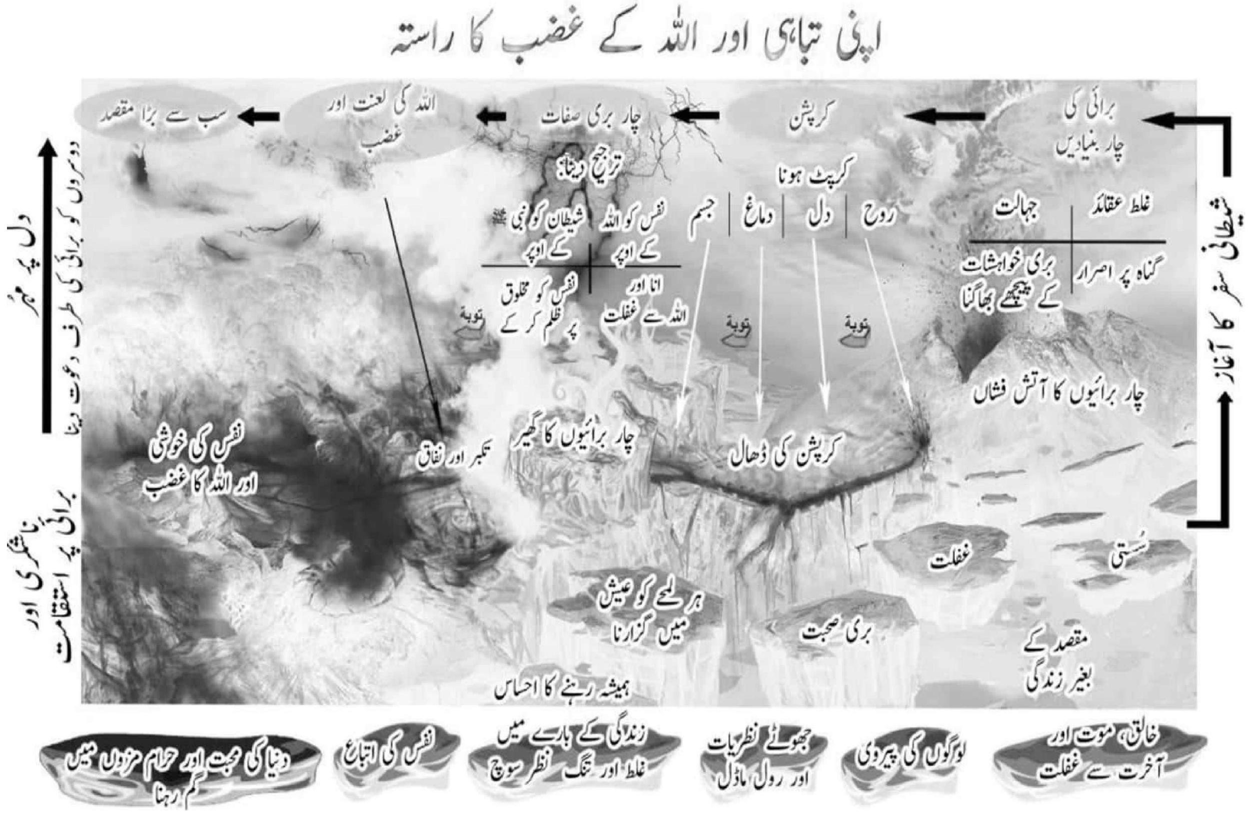

ایک عام انسان اپنی دینی و دنیاوی بہتری، اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کے راستے پر کیسے گامزن ہوسکتا ہے؟ نیچے والے جدول کو غور و تفکر سے ملاحظہ کریں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝

نوٹ: اس سفر کے دوران چند امور کو ملحوظِ خاطر رکھنا نہایت لازمی ہے۔ فرائض کی ادائیگی۔ قرآنِ حکیم کو سمجھ کر اس کی تلاوت کرنا۔ نوافل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے قرب کی کوشش کرنا۔ انبیائے کرامؑ صحابہءِ عظام اور اولیاء اللہ کے حالات و واقعات کو پڑھنا اور دوسروں تک پہنچانا۔ اپنے متعلقین کے ساتھ حسنِ اخلاق اور حسنِ معاملات کی طرز پر زندگی بسر کرنا۔ نیکوکار لوگوں کی صحبت اختیار کرنا۔ موت کو یاد کرنا، قبور کی زیارت عبرت کے حصول کی خاطر کرنا۔ قبر کے احوال، روزِ حساب کو جاننا، جنت کے انعامات اور دوزخ کے عذاب کے متعلق خود بھی جاننا اور دوسروں کو بھی آگاہی پیش کرنا وغیرہا یہ لازمی امور ہیں۔

تعلیماتِ شاذلیہ د باغیہ (اَز حضرت شیخ احمد دباغ محمدی شاذلی)

حدیثِ نبوی ﷺ: حضرت ابوذرؓ (ایک مرتبہ) حضور نبی مکرم ﷺ سے ملے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ کیا میں تجھے دو (نہایت ہی عظیم) خوبیوں سے آگاہ نہ کردوں ؟ جن کی ادائیگی آسان ہے۔ لیکن وہ ترازو میں دیگر جملہ نیکیوں سے (زیادہ) بھاری ہوں گیں۔ انہوںؓ نے عرض کی۔ جی ہاں! یارسول اللہ ﷺ! (تو) آپ ﷺ نے فرمایا۔ تُو **حُسنِ خلق** اور **طویل خاموشی** کو لازم پکڑ۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری ان ہے۔ مخلوقات نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا۔ جو ان دو (اُمور) کے برابر ہو۔ (سلسلہ احادیث صحیحہ)

☆ **رضا و رحمتِ الٰھیہ کے 04 طریقے** یعنی **04 ترجیحات**: اللہ تعالیٰ کو سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اہمیت دینا۔ حضرت رسولِ مکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے بعد اہمیت دینا۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات (انسان، جنات، چرندو پرند، درخت و پودے) پر رحم کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی دائمی حضوری میں رہنا۔ (حضوری سے مراد ہے۔ ہمہ وقت اس تصور میں رہنا کہ! اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہے، مجھے دیکھ رہا ہے، اور مجھے سن رہا ہے)

☆ **سالک کی ترقی کے 05 طریقے**: **سالک** (یعنی ایسا شخص جو کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اللہ تعالیٰ کے قرب واطاعت وعشق میں اُسی کی جانب سفر کرنے والا ہو) اگر جسمانی، روحانی اور نورانی ترقی کا خواہاں ہے۔ تو اُسے چاہیئے۔ کہ! روزانہ پانچ اعمال کی استقامت کا اہتمام کرے۔ تاکہ سالک کے جسم، دماغ، دل، نفس اور روح کا تزکیہ بآسانی ہو سکے۔ (ان شاء اللہ) روزانہ کرنے والے وہ پانچ اعمال یہ ہیں۔ مراقبہ اور ذِکر۔ نماز میں حضوری والا درجہ۔ زبان کے تزکیہ کی شیٹ۔ اخلاص کی شیٹ۔ حضور نبی مکرم ﷺ کی سنت کی پیروی۔

☆ **اصلاحِ قلب کے04طریقے**: پہلا طریقہ: توبہ کرنا۔ دوسرا طریقہ: اخلاص۔ تیسرا طریقہ: عاجزی۔ چوتھا طریقہ: شکر۔

☆ **یقین کی 07 اقسام**: ویسے تو (مبتدی حضرات کے لئے) یقین کی تین موٹی اقسام ہیں۔ علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین۔ مگر سالکین کے لئے یقین کی سات مختلف اقسام ہیں۔ علم الیقین۔ عقل الیقین۔ قلب الیقین۔ عین الیقین۔ نفس الیقین۔ روح الیقین۔ حق الیقین۔

☆ **اللہ تعالیٰ کے 07 حقوق**: پہلا حق: اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی (اور) کو شریک نہ ٹھہرانہ۔ دوسرا حق: اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اس کی رضا کے حصول کے لئے کرنا (نہ کہ دکھاوے، شہرت وعزت کے لئے)۔ تیسرا حق: قضاء نمازوں کو ادا کرنا اور توبہ کرنا۔ چوتھا حق: قضاء روزوں یا توڑے ہوئے روزوں کا کفارہ دینا۔ پانچواں حق: گذشتہ برسوں کی زکوٰۃ کا حساب کر کے ادا کرنا۔ چھٹا حق: حج اگر فرض ہے (اور استطاعت ہے) تو ادا کرنے کا اسی برس ارادہ کرنا۔ ساتواں حق: اگر اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدہ کیا ہو، یا منت مانی ہو، تو اس کو لازمی پورا کرنا۔

☆ **رسول اللہ ﷺ کے 05 حقوق**: پہلا حق: حضورِ اکرم ﷺ پر کامل طریقے سے ایمان لانا۔ دوسرا حق: حضرت رسولِ مکرم ﷺ سے سب سے زیادہ محبت کرنا۔ تیسرا حق: حضورِ اکرم ﷺ سے متعلقہ ہر چیز (اُن کی سنت، اقوال، اہلِ بیت، صحابہ کرامؓ وغیرہا) سے محبت کرنا۔ چوتھا حق: حضورِ اکرم ﷺ کے دین، شریعت اور سنت کی پیروی کرنا۔ پانچواں حق: حضورِ اکرم ﷺ کے دین، شریعت اور سنت کی لوگوں کو دعوت دینا اور تبلیغ کرنا۔

☆ **اپنی ذات اور نفس کے 05حقوق**: پہلا حق: اپنی ذات اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے اور اپنے جسم کو جہنم کی آگ سے بچانا۔ دوسرا حق: اپنی جسمانی صحت وتندرستی کا خیال رکھنا۔ تیسرا حق: بقدرِ ضرورت (چھ سے آٹھ گھنٹے) نیند و آرام کرنا۔ چوتھا حق: اپنے جسم کی پاکیزگی، صفائی اور طہارت کا خیال رکھنا۔ پانواں حق: رزقِ حلال سے جسم کی پرورش ونشونما کرنا۔

☆ **بندہ اپنی فطرت میں ان امور کو خود پر لازم کر لے**: پورا دن اطاعت الٰہی میں خاموشی وخوش خلقی کے ساتھ گذارے۔ حضوری (اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہے، مجھے دیکھ رہا ہے، مجھے سن رہا ہے) اور توبہ کو قطعاً نہ چھوڑے۔ فرائض کی پابندی کے لئے خود کو وقف کر دے۔ نماز کو کیفیتِ احسان کے ساتھ ادا کرے۔ زندگی کو اخلاص، تقوی، صبر وشکر، تواضع وقناعت، سخاوت وخداترسی کے ساتھ گذارے۔ والدین کی خدمت، بڑوں کا ادب واحترام اور تعظیم کے ساتھ ساتھ اولاد کی اچھی تعلیم وتربیت، اخلاقیات پر خصوصی توجہ دینا۔

روزانہ رات کو سونے سے قبل تنہائی میں نمازِ توبہ پڑھ کر کم ازکم صد مرتبہ استغفار پڑھے۔ حضرت سیدنا رسول اللہ ﷺ پر نہایت ادب سے درود وسلام بھیجے۔ قرآنِ حکیم کو سمجھ کر (یعنی ترجمہ کے ساتھ) پڑھنے کا اہتمام کرے۔ روزانہ رات کو سونے سے قبل اپنا محاسبہ کرے۔ کہ پورے دن میں کتنے لمحات اطاعت میں اور کتنے لمحات گناہ میں گذرے۔ (نیکیوں پر رب متعال کا شکر گزار ہو۔ کیونکہ یہ نیکیاں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق طاقت سے ہی ممکن ہو سکا۔ اور گناہوں کی اخلاص سے توبہ کرے)۔ جملہ انسانوں (بالخصوص مسلمان مخالفین) کو معاف کر دے۔

احسان کے 9درجات: عبادت کا مغز ''دُعا'' جبکہ جوہر ''حضوری'' ہے۔ حضوری (اللہ معی، اللہ بصری، اللہ سمعی) (مثال) اگر ایک تسبیح کا دھاگا حضوریِ حق کا مظہر ہے۔ جبکہ عبادت کے مختلف درجات اور اعمال اسی تسبیح کے دانے ہوں۔ چونکہ دھاگہ جملہ عبادات کا مرکز ہوگا۔ جو کہ ان میں تعلق کو قائم رکھتا ہے۔ یہی دھاگا اللہ تعالیٰ کی حضوری کو ظاہر کرتا ہے۔ اگر دھاگہ ٹوٹ جائے۔ تو تمام دانے بکھر جائیں۔ اسی طرح اگر عبادت میں حضوری نہ رہے۔ تو جملہ عبادت ضائع جا سکتی ہے۔ احسان میں پہلا درجہ حضور، دوسرا درجہ اسم ''اللہ'' کا تصور، تیسرا درجہ مناجات کا تصور از حق متعال، چوتھا درجہ تفکر، پانچواں درجہ تدبر، چھٹا درجہ روحانی سفر اور روحانی دنیا کا مشاہدہ کرنا، ساتواں درجہ روحانی رہنمائی کا حصول، آٹھواں درجہ مناجاتِ قلبی، نواں درجہ ذات وصفاتِ الٰہیہ کی معرفت ومشاہدہ کا حصول ہے۔

☆ **غیر اختیاری احوال و کیفیات** : بندہء خدا اپنی کچھ کم علمی وکم فہمی کی وجہ سے کچھ چیزوں میں مشغول ومرغوب ہو جاتا ہے۔ جو کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے قرب ورضا اور خوشنودی کے راستے کی منازل بھی نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ان کا حاصل ہونا ضروری ہے۔ اور بندہ جو کہ حکمت ودانائی کے ساتھ اپنی روحانی زندگی کا خواہاں ہو۔ تو اُسے مندرجہ ذیل امور کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنا مقصد بھی نہیں بنانا چاہیئے۔ (اور) اچھے خوابوں کا آنا۔ اذکار و وظائف کے دوران لذت کے پیچھے کوشش کرنا (یعنی ہمیں عبداللہ بننا چاہیئے، نہ کہ عبداللذت)۔ کشف وکرامات کا ظاہر ہونا۔ ضمیر شناسی یا کشف القلب کا حاصل ہونا۔ آئندہ کی خبروں یا دوسروں کی سوچوں کا علم ہونا۔ الہام یا اس جیسی کیفیت پیدا ہونا۔ ذکر، وظیفہ، ورد یا مراقبہ میں رنگ ونور کا نظر آنا۔ دم اور تعویذات کی اجازت حاصل کرنا۔ غیر مرئی مخلوقات (جیسے کہ جنات، مؤکلات وغیرہا) کا قبضے میں آجانا۔ آسیبی وجناتی مریضوں کا علاج کرنا۔ رزق وکاروبار یا تنخواہ میں اضافہ ہونا۔ جسمانی بیماریوں سے شفا مل جانا۔ دنیاوی مقاصد، مقدمات یا فیصلوں میں کامیابی حاصل کرنا۔ اولاد کا حاصل ہونا یا بڑھنا۔ نیک امور کا از خود شروع ہو جانا، گناہوں سے از خود چھٹکارہ ہو جانا، کہ محنت نہ کرنی پڑے۔ کوئی (استاد یا مرشد وغیرہ) بخشش کی ذمہ داری لے لے ہم چاہے گناہوں میں محو ومشغول رہیں۔ گناہوں کی طرف ہلکا سا بھی میلان نہ ہونا۔ لطائف کا حرکت کرنا۔ برا خیال یا وسوسہ نہ آنا۔ (چونکہ) مقصودِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب ﷺ کی بناء ریا (یعنی) اخلاص کے ساتھ اطاعت و فرمانبرداری کرنا ہے۔ لہٰذا ہر وقت اللہ تعالیٰ کی کامل حضوری میں رہے۔ اور اُس کی جملہ مخلوقات پر رحم وشفقت، ہمدردی اور مدد والا معاملہ کرنا۔ فرائض کی پابندی اور تقوٰی، صبر وشکر، عاجزی وانکساری، تواضع وقناعت سے زندگی گذارے۔ صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے بچنا۔ خاموشی وخوش اخلاقی کو اپنا شعار بلکہ فطرت بنائے۔

☆ **توبہ کے 09 درجات** : پہلا درجہ: مکمل اخلاص کے ساتھ، اللہ تعالیٰ (بخشنے والے) سے (ہر صغیرہ وکبیرہ گناہوں بلکہ کفر وشرک اور غلط عقائد سے بھی) توبہ کرنا۔ دوسرا درجہ: مکمل اخلاص کے ساتھ، سب سے زیادہ بخشنے والے اللہ تعالیٰ سے (اپنے سات اعضاء (زبان، آنکھ، ہاتھ، کان، پاؤں، پیٹ اور شرمگاہ) کے گناہوں سے) توبہ کرنا۔ تیسرا درجہ: مکمل اخلاص کے ساتھ، سب سے زیادہ بخشنے والے اللہ تعالیٰ سے اپنی سوچوں سے توبہ کرنا۔ اور (اپنی) ناپاک سوچوں، برے ارادوں اور شیطانی وساوس کو آگے بڑھنے سے روکنا۔ چوتھا درجہ: مکمل اخلاص کے ساتھ، سب سے زیادہ بخشنے والے اللہ تعالیٰ سے اپنے تیئں (باطن) میں موجود ارادی اور غیر ارادی برائیوں سے توبہ کرنا۔ پانچواں درجہ: مکمل اخلاص کے ساتھ، سب سے زیادہ بخشنے والے اللہ تعالیٰ سے ان جملہ مکروہ اعمال سے توبہ کرنا۔ جو کہ جسم، ذہن یا دل سے سرزد ہوئے۔ چھٹا درجہ: مکمل اخلاص کے ساتھ، سب سے زیادہ بخشنے والے اللہ تعالیٰ سے غیر اللہ کی جملہ سوچوں سے توبہ کرنا۔ اور غفلت سے دوبارہ اللہ تعالیٰ کی جانب لوٹنا۔ ساتواں درجہ: مکمل اخلاص کے ساتھ، سب سے زیادہ بخشنے والے اللہ تعالیٰ سے اپنی جملہ کمی و کوتاہیوں سے توبہ کرنا، جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تابعداری کرنے سرزد ہوئیں۔ آٹھواں درجہ: مکمل اخلاص کے ساتھ، سب سے زیادہ بخشنے والے اللہ تعالیٰ سے اپنی جملہ کمی اور کوتاہیوں سے توبہ کرنا۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کی میں سرزد ہوئیں۔ نواں درجہ: مکمل اخلاص کے ساتھ، بندہ اپنے آپ کو توبہ کے کامل مقام پر کبھی بھی فائز نہیں سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ وہ موت تک یہی سمجھے۔ کہ! میں توبہ کے اگلے مقامات کے حصول کے لئے جدوجہد کرتا رہوں گا۔

☆ **اپنی سوچوں کو پاک کرنے کے دس درجات** : پہلا درجہ: گناہ کی سوچ سے بچنا، یعنی نہ ہی خود وچ کو لانا، نہ چلانا اور نہ ہی سوچ کو ہٹانے کے لئے کسی سوچ میں مشغول ہونا۔ دوسرا درجہ: دنیاوی امور اور مشاغل کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے تعلق وہم آہنگی پیدا کرنے کا طریقہ۔ تیسرا درجہ: اللہ تعالیٰ سے ہر جائز کام کرنے سے پہلے اجازت طلب کرنا۔ چوتھا درجہ: دل میں یادِ الٰہی کے ساتھ زبان کے ساتھ مختلف امور کی (کم از کم) چالیس مسنون دعائیں یاد کرنا۔ پانچواں درجہ: کوشش کرنا کہ ہر وقت اس دھیان میں رہنا کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہے، مجھے دیکھ رہا ہے اور مجھے سن رہا ہے۔ چھٹا درجہ: اللہ تعالیٰ کی مخلوقات اور روزمرہ کے واقعات سے سبق حاصل کرنا۔ ساتواں درجہ: ہمیشہ مثبت اور اچھی سوچ رکھنا۔ آٹھواں درجہ: منفی اور غلط (گھٹیا) سوچ سے بچنا۔ نواں درجہ: ظاہر اور باطن سے حضرت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعلق رکھنا۔ دسواں درجہ: ظاہر اور باطن سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ گہرا اور مضبوط تعلق پیدا کرنا۔

☆ **اخلاص حاصل کرنے کا طریقہ** : جو بھی نیک عمل کریں۔ گہرائی سے سوچیں۔ کہ! اللہ تعالیٰ کی اجازت ومرضی کے بغیر ساری انسانیت و مخلوقات نہ تو مجھے فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی نقصان۔ اور میں یہ (عبادت اور نیک) عمل فقط اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہی کروں گا۔ کیونکہ! اسی ذاتِ واحد ہی کے قبضہء قدرت میں عزت، ذلت، نفع ونقصان، زندگی اور موت ہے۔ ہر عمل کرنے سے قبل اپنی نیت کو درست کر لیں۔ اور اس عمل کی ادائیگی کے دوران اپنی نیت کو (کچھ کچھ دیر بعد) ٹٹولیں۔ کہ کہیں میری نیت بدل تو نہیں گئی۔ اور آخر میں (یعنی عمل کے اختتام سے قبل) پھر اپنی نیت کو جانچ لیں۔ اگر بدلے تو دوبارہ اس کو درست کر لیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے معافی کے خواستگار رہوں۔ اس طرح اخلاص بالآخر حاصل ہو جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

☆ **اخلاص کے 07 درجات** : پہلا درجہ: جملہ نیک امور جیسے نمازِ پنجگانہ قائم کی ادائیگی، ذکر الٰہی اور درود وسلام پڑھنے میں بندے کو رضائے الٰہی واجر از الہ حاصل کرنے اور اُخروی نجات کے لئے کرنا چاہئیں۔ دوسرا درجہ: جملہ نیک امور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہونے چاہئیں۔ بندے کو اپنے احساسات کی پیروی نہیں کرنی چاہیئے۔ تیسرا درجہ: ترجیحِ اول حصول رضائے الٰہی اور ترجیحِ دوئم جنت کا حصول (کیونکہ جنت بھی رب متعال کی طرف سے انعام ہے)۔ چوتھا درجہ: روحانی درجات، مکاشفات اور کرامات کے حصول کے لئے اعمال نہ کریں۔ کیونکہ یہ چیزیں حصول قرب الٰہی میں مانع ہوتی ہیں۔ پانچواں درجہ: عبادت الٰہی صرف اور صرف خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ نہ کہ حصولِ جنت یا خوفِ جہنم کے لئے۔ چھٹا درجہ: عبادتِ الٰہی بغیر کسی شرط، غرض اور ضرورت کے ہو۔ ساتواں درجہ: اس بات پر یقین کہ ابھی تک میں اخلاص حاصل کرنے میں لگا ہوا ہوں۔ اور موت تک لگا رہوں گا۔

☆ عاجزی کے 10 درجات : پہلا درجہ: یہ سوچ اور یقین رکھنا کہ دنیا کا ہر مسلمان مجھ سے کئی گنا بہتر اور اعلیٰ ہے۔ اور خود کو سب سے کمتر اور نیچ سمجھنا۔ دوسرا درجہ: دنیاوی معاملات کی وجہ سے اگر کسی سے نفرت یا بغض پیدا ہو گیا ہو۔ تو اسے رب کی رضا کے لئے دور کر دینا۔ تیسرا درجہ: ہر نیک عمل کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سمجھیں نہ کہ اپنی طرف نسبت کریں۔ چوتھا درجہ: اللہ تعالیٰ، حضرت رسولِ کریم ﷺ اور دیگر جملہ مسلمانوں کے ساتھ عملی طور پر عاجزی اور انکساری کا اظہار کرنا۔ پانچواں درجہ: اللہ تعالیٰ کی جملہ مخلوقات (انسان، جنات، چرند و پرند، درخت و پودے وغیرہ) کی بے لوث خدمت کرنا۔ چھٹا درجہ: اپنے سے بڑے یا درمیانی عمر کے لوگوں (مرد یا خواتین) سے ملنے پر ان کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعا کرنا۔ ساتواں درجہ: یہ یقین رکھنا کہ میری ہر نیکی، اچھائی اور مجھے ملنے والی نعمت و رحمت فقط رب کی عطا ہے۔ ورنہ نہ تو میرے اعمال اور نہ میری طاقت و مرضی سے یہ امور سرانجام پانا ممکن تھے۔ آٹھواں درجہ: پورے دل جمعی سے عبادت کرنے کے باوجود بھی یہ سمجھنا کہ میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے دین کی صحیح طریقے سے خدمت نہیں کر پا رہا۔ نواں درجہ: میں کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے حقوق پورے نہیں کر سکتا۔ جس طرح سے اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں۔ دسواں درجہ: میں پوری دل جمعی سے عاجزی کے حصول کی کوشش کر رہا ہوں۔ اور موت تک اسی کوشش میں لگا رہوں گا۔ (ان شاء اللہ)

☆ نماز کے 10 ظاھری درجات : پہلا درجہ: وضو، غسل اور نماز کے فرائض، سنن، واجبات، مفسدات و مروہات سیکھ کر جملہ عبادات کو سرانجام دینا۔ دوسرا درجہ: نماز کے مستحبات، سجدہ سہو کا طریقہ، نمازِ قصر، باجماعت نمازوں میں شامل ہونے کا طریقہ وغیرہ سیکھنا۔ تیسرا درجہ: مردوں کا مساجد میں اور عورتوں کا گھروں میں نماز کی پابندی پر زور ہونا۔ نماز میں مستعمل وضو کا پانی، کپڑوں، کمائی اور پیٹ میں موجود خوراک سب چیزوں کا حلال ہونے کا مکمل ادراک رکھ کر نماز پڑھنا۔ چوتھا درجہ: نماز کے جملہ اراکین (قیام، رکوع، قومہ، جلسہ، سجود، تشہد وغیرہ) کو سیکھ کر ادا کرنا۔ اور نماز کی شکل و ہیئت کو سنت کے مطابق ڈھال کر ادا کرنا۔ پانچواں درجہ: نماز میں ثناء سے لے کر سلام تک تلفظ کی درستگی کر کے کسی ماہر استاد کو سنانا۔ نمازِ جنازہ ادا کرنے کا طریقہ سیکھنا۔ چھٹا درجہ: حدیثِ مبارکہ میں وارد نماز کے مختلف اراکین کی دعائیں یاد کرنا۔ اور نوافل (تہجد، اشراق، چاشت و اوابین) کا اہتمام کرنا۔ ساتواں درجہ: پوری نماز میں سورتوں، تکبیر، تسبیح تہلیل تحمید اور دعاؤں کا ترجمہ یاد کر کے سمجھنا اور مفہوم کو ذہم میں رکھ کر نماز ادا کرنا۔ آٹھواں درجہ: مرد و خواتین کا نماز کو اچھے، صاف ستھرے اور معطر لباس کے ساتھ ادا کرنا۔ نواں درجہ: نماز میں پڑھنے کے لئے قرآن حکیم کی آخری دس سورتیں ترجمہ کے ساتھ یاد کر کے نمازوں میں پڑھنا۔ دسواں درجہ: نمازوں کو اول وقت میں ادا کرنا، نماز سے پہلے باتیں نہ کرنا اور نماز (پنج گانہ) کے ساتھ نوافل کا اہتمام کرنا۔

☆ نماز کے 10 روحانی درجات : پہلا درجہ: نماز کے جملہ اراکین (قیام، رکوع، قومہ، جلسہ، سجود، تشہد وغیرہ) میں تین مرتبہ یہ تینوں خیالات (اللہ میرے ساتھ ہے، اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اللہ مجھے سُن رہا ہے) تازہ کریں۔ دوسرا درجہ: نماز کے شروع سے لے کر آخر تک مسلسل اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان کو لگائے رکھنا۔ اور اپنے ارادے سے کوئی اور سوچ لے کر نہ آنا۔ تیسرا درجہ: جملہ نماز کو اس طرح سے سمجھ کر پڑھنا کہ گویا نمازی اللہ تعالیٰ سے مناجات کر رہا ہے۔ چوتھا درجہ: نماز کے دوران آخرت کے امور (قبر، حشر، روز قیامت، پل صراط، جنت و جہنم وغیرہ) کے بارے میں سوچنا۔ پانچواں درجہ: نماز سے پہلے یہ سوچنا کہ یہ آخری نماز ہے۔ جسے موت سے پہلے آپ کو ادا کرنے کا موقع دیا گیا ہے۔ چھٹا درجہ: نماز میں مسلسل بندہ اللہ تعالیٰ اور امورِ آخرت کی سوچ میں اس طرح سے گم ہو۔ کہ کوئی دوسرا خیال باقی نہ رہے۔ ساتواں درجہ: نماز میں مسلسل یہ تصور رکھنا کہ منکر نکیر کے سوالات کرنے سے پہلے اس آخری نماز کا مجھے موقع دیا گیا ہے۔ آٹھواں درجہ : نماز م قیامت کا تصور کرنا اور مخلوق سے اللہ تعالیٰ کا حساب لینا۔ لوگ پریشانی اور تکلیف کے عالم میں ہیں۔ اور مجھے رحمان کے عرش تلے نماز ادا کرنے کی جگہ دی گئی ہے۔ اور عنقریب نمازی کی اللہ تعالیٰ کے حضور بھی پیشی ہونے والی ہے۔ اسی کیفیت کو خود پر طاری کر کے نماز ادا کرنا۔ نواں درجہ: نماز کے بعد کم از کم ایک گھنٹے تک خود کو حضوری کی کیفیت (یعنی (کہ) اللہ میرے ساتھ ہے، اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اللہ مجھے سُن رہا ہے) میں رکھ کر خاموشی سے مسجد میں بیٹھے رہنا۔ دسواں درجہ: نماز اس طرح سے ادا کریں۔ کہ! اللہ تعالیٰ کی 99 صفات میں سے کسی ایک یا ایک سے زیادہ صفت کے مراقبے میں رہیں۔ (مثلاً۔ اللہ رحیم ہے۔ جملہ انس و جن، چرند و پرند، شجر و غیر ہا کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سائے میں ڈھانپا ہوا ہے۔ وہ ہر ایک پر رحم فرماتا ہے۔ نمازی بھی ہر ایک پر رحم کرنے والا بن جائے)۔ اور دوسری یہ بھی سوچ رکھنا کہ جس طرح سے مجھے نماز ادا کرنی چاہیئے تھی۔ میں ادا نہیں کر پا رہا۔

☆ نماز کی قبولیت کی 10 شرائط : پہلی شرط: نمازی بندہ تواضع اور عاجزی اختیار کرے۔ دوسری شرط: نمازی بندہ مخلوق کے ساتھ غرور و تکبر کے ساتھ پیش نہ آئے۔ اور نہ ہی مال و دولت اور جاہ و جلال دِکھا کر پریشان کرے۔ تیسری شرط: اپنی راتوں کو گناہوں اور عیاشی میں نہ گذارے۔ چوتھی شرط: ناجائز خواہشاتِ نفس پر اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترجیح دینا۔ پانچویں شرط: ہر نماز کے دوران اور بعد میں خود کو کامل حضوری میں رکھنا۔ چھٹی شرط: مسافروں، مساکین، بیواؤں اور مصیبت زدوں پر ترس کھائے۔ اور ان کی (ضروریاتِ زندگی، جیسے کھانے، پہننے، اوڑھنے بچھونے وغیرہ میں) ہر ممکن مدد کرے۔ ساتویں شرط: گذشتہ (پہلی سے چھٹی) شرائط میں موجود جملہ امور کو فقط اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرے۔ آٹھویں شرط: اپنی زبان سے عوام الناس کو نقصان کے بجائے نفع دے۔ نویں شرط: عوام الناس کے جان و مال کی حفاظت کرے۔ اور خود کو بے حیائی سے بچائے۔ دسویں شرط: اپنے اختیارات اور طاقت کا استعمال کرتے ہوئے ظلم نہ کرے۔ بلکہ ہر ایک کی مدد کرے۔ گیارہویں شرط: ناجائز طور پر کسی کا مال حاصل نہ کرے۔ بلکہ مخلوق پر اپنے مال میں سے خرچ کرے۔ بارہویں شرط: اپنے دل کو بغض، کینہ، حسد، غرور و تکبر اور نفاق سے پاک رکھے۔

زندگی کا راز اور انسان کی مکمل کہانی :

حضرت شیخ احمد دباغ صاحب کی تعلیمات (مع شرح و اضافہ) میں ہے ۔کہ! جب اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہ تھا ۔ وہ وقت ’’عدم ‘‘ کہلاتا ہے ۔(کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَّعَہٗ شَیْءٌ" ۔ اللہ تعالیٰ موجود تھا ۔ اور اُس کے ساتھ دوسری کوئی بھی چیز (مخلوق) موجود نہ تھی) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارواح کا جہان پیدا فرمایا ۔ (جیسا کہ ایک حدیثِ قدسی میں آتا ہے ۔کہ! **کنت کنزا مخفیا. فا حببت . ان اعرف . فخلقت الخلق لکی اعرف** ۔ مَیں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا ۔ مَیں نے چاہا ۔کہ! مَیں جانا جاؤں ۔ تو مَیں نے خلقت کو تخلیق کیا ۔ تا کہ مَیں جانا جاؤں ۔) پھر اللہ تعالیٰ نے ایک جہان تخلیق فرمایا ۔ جس کو عالَمِ ارواح (روحوں کا جہان) کہا جاتا ہے ۔ روحوں کے اس جہان کی پہلی ہی مجلس میں اللہ تعالیٰ نے استفسار فرمایا ۔کہ! **انا عرضنا الا ما نۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنھا و اشفقن منھا و حملھا الانسان ط انہ کان ظلو ما جھو لا** ۔ یقیناً! ہم نے آسمانوں ، زمینوں ، اور پہاڑوں پر امانت پیش فرمائی ۔ تو انہوں نے اس کے اُٹھانے سے انکار کر دیا ۔ اور اس سے وہ ڈر گئے ۔ اور انسان نے اس امانت کو اُٹھا لیا ۔ بیشک وہ زیادتی کرنے والا ، بڑا نادان ہے ۔ (سورہ احزاب ۔ آیت نمبر 72) یہاں پر امانت سے مراد ’’ قوتِ اختیار ‘‘ ہے ۔ (مفسرین فرماتے ہیں ۔کہ! امانت سے مراد اطاعتِ الٰہی یعنی اوامر کو بجالانا اور نہی سے بچتے رہنا) جب انسان نے امانت اُٹھالی ۔ تو اللہ تعالیٰ نے انسان سے ایک عہد لیا ۔کہ! **الست بربکم** ؟ تو انسان نے اثبات میں جواباً کہا ۔ **بلیٰ** ۔ ہاں ۔ (یعنی کیوں نہیں ۔ بے شک تُو ہی ہمارا رب ہے) یہ درحقیقت عہدِ اتباع تھا ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ۔ **الم اعھد الیکم یٰبنی اٰدم ان لا تعبدو اا لشیطٰن ج انہ لکم عدو مبین** ۔ اے اولادِ آدم! کیا مَیں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا ۔کہ شیطان کو نہ پوجنا ۔ بے شک! وہ تمھارا کھلا دشمن ہے ۔ (سورہ یسین)

عالمِ دُنیا : دوسرا جہان ، جس کو عالمِ دنیا کہا جاتا ہے ۔ اس دنیا میں اوسطاً انسانی عمر تقریباً 60 برس ہوتی ہے ۔ اِن ساٹھ سالوں کو اگر ہم پیدائش سے موت تک ملاحظہ کریں ۔ تو اس مکمل زندگی کا دورانیہ کچھ اس طرح سے ہوگا ۔ بچپن کی عمر 13 برس تک ، کام اور تعلیم کی عمر 15 برس ، باتھ میں گزارا گیا وقت 3 برس ، کچھ نہ کرنے کی عمر 1 برس ، سانے کی عمر 21 برس ، پریشانیوں کی عمر 1 برس جبکہ خوشحالی و لذت کی عمر 6 برس بنتی ہے ۔ اور یہی 6 برس دراصل انسانی زندگی کا وہ دَور ہے ۔ جو کہ اصلی زندگی کہلاتا ہے ۔ اور انہیں چھ برس کی خاطر انسان اتنی مشکلات سے گزرتا ہے ۔ تو یہ ٹوٹل ساٹھ (60) برس کی زندگی ہے ۔ لہذا اب اگر اسی زندگی کو اطاعتِ الٰہی کے مطابق گزارا جائے ۔ تو اس کا واضح مطلب ہوگا ۔کہ! عہدِ وفا میں کیا گیا عہد انسان نے پورا کرلیا ۔

عالمِ برزخ : تیسرا جہان برزخ (مرنے کے بعد کی حالت و کیفیت) کا ہے ۔ اب اگر انسان سے اللہ تعالیٰ راضی رہا ۔ تو اُس کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی ۔ اور اگر خدانخواستہ اللہ تعالیٰ ناراض رہا ۔ تو یہی قبر جنت کے خوفناک وڈراؤنے عذاب کے ساتھ دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہوگی ۔

روزِ قیامت : مقام برزخ کے بعد اگلا مقام روزِ قیامت کا ہے ۔کہ جس میں ہر انسان سے باز پرس ہوگی ۔کہ! اُس نے دُنیا میں جو بھی اچھا یا بُرا کیا تھا ۔ اُس کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی ۔ یہیں پر فیصلہ ہوگا ۔کہ! انسان کا اگلا مقام جو کہ دائمی ہوگا ، آیا وہ جنت میں رہے گا یا جہنم میں ۔ یا پھر اپنے کیئے کی سزا کے بعد جنت میں دائمی حیات گزارے گا ۔

(بقول البلوشی)! عبادت درحقیقت ایک جامع لفظ ہے ۔ اس سے مراد ہر وہ عمل (قول و فعل) ہے ۔کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل ہو ۔ جیسے کہ! عشقِ رسول ﷺ واطاعتِ رسول ﷺ ، تلاوتِ قرآنِ حکیم ، دعوت الی اللہ ، نماز ، روزہ ، زکوٰۃ ، حج ، توکل الی اللہ ، حق بات کی تلقین ، امانت کی ادائیگی ، ہر ایک کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا ، حقوق کا خیال رکھنا ، جہاد کرنا وغیرہا ۔ ۔ ۔ اور عبادت کا حسن اخلاص میں مضمر ہے ۔ اس عظیم مضمون کو سمیٹتے ہوئے ایک آیتِ قرآنی اور حدیثِ نبوی ﷺ پیشِ خدمت ہیں ۔ **ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا با لجنۃ التی کنتم توعدون** ۔ بے شک! وہ جنھوں نے کہا ۔ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے ۔ پھر اس (اللہ تعالیٰ کی وحدانیت) پر قائم رہے ۔کہ (تم لوگ بالکل بھی) نہ ڈرو ، نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ ۔ اس جنت پر کہ جس کا تمھیں وعدہ دیا جا چکا ہے ۔ (سورہ حم السجدہ ۔ 54) صحیح مسلم میں ہے ۔کہ! حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ فرماتے ہیں ۔کہ! مَیں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا ۔ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات بتائیے ۔کہ! مَیں آپؐ کے بعد کسی اور سے سوال نہ کروں ۔ (تو آپؐ) نے ارشاد فرمایا ۔ تم کہو ۔ (کہ) مَیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا ۔ پھر اس (اقرار) پر ثابت قدم رہو ۔

قرآن کے ہوتے ہوئے حدیثِ نبوی ﷺ کی اور احادیث کے ہوتے ہوئے فقہ (شریعت) کی ضرورت کیوں ؟

چونکہ! سننِ نبویہ ، نماز میں رکعتوں کی تعداد ، معاملات و حقوق اور دیگر کئی باتوں کا علم حضور ﷺ کی قول و فعل کے بناء جاننا ناممکن ہے ۔ لہذا

قرآن مانند بنیاد کے ، کتبِ احادیث نبویہ ﷺ مانند دیوار وچھت کے ، جبکہ فقہ مانند دروازہ کے ہیں ۔ (سمجھو)

قرآن مانند نظامِ شمسی کے ، کتبِ احادیث نبویہ ﷺ مانند شمس کے ، جبکہ فقہ دیگر سیاروں وستاروں معہ زمین کے ہیں ۔ (سمجھو)

قرآن مانند دودھ کے ، احادیثِ نبویہ ﷺ مانند لسی کے ، جبکہ فقہ مانند مکھن کے ہیں ۔ (سمجھو)

قیامت کے روز کے متعلقات :

قرآن حکیم میں آیا ہے۔کہ! کل امر مستقر ۔ ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔(سورہ قمر) قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہوگا۔اس دن میں ہماری اس دنیا کی زندگی جیسی کئی زندگیاں سما سکتی ہیں۔اس دن انسان کو اپنی زندگی کے ہر ایک گذارے گئے لمحے کا حساب دینا ہوگا۔خصوصاً جوانی کی زندگی،صحت وتندرستی اور فراغت والی زندگی، توانائیاں کہاں اور کن انداز میں صَرف کیں ؟مال ودولت کن زرائع سے کمایا تھا ؟کہاں پرخرچ کیا تھا؟ مزید برآں یہ بھی پوچھا جائے گا۔کہ! اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ نیک لوگوں کے لئے یہ دن بہت جلد گزر جائے گا۔یاد رہے۔کہ! اس دن تین قسم کی عدالتیں لگیں گے۔جن کی تفصیل یہ ہے۔

☆ **پہلی عدالت** : (ایمان و کفر کی عدالت) **یہ عدالت ایمان و کفر کی عدالت ہے۔**

اس عدالت میں توحید وشرک کے متعلق سوال ہوگا۔یعنی انسان کا عقیدہ پوچھا جائے گا۔اور انسان نے اپنے دَور کے کس رسولؑ کے ذریعے اللہ جل شانہٗ کی وحدانیت،ربوبیت،ذات صفات اور رب متعال کو راضی اور ناراض کرنے والے اعمال پر اطلاع پائی تھی۔

☆ **دوسری عدالت** : (حقوق اللہ کی عدالت) **یہ حقوق اللہ و حقوق الرسولؑ کی عدالت ہے۔**

اس عدالت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؑ کے حقوق کے متعلق باز پرس ہوگی۔مثلاً نماز،روزہ،زکوٰۃ،حج کی کہاں تک پابندی کی؟ اور زندگی کو کس حد تک سنتِ رسولؑ کے مطابق سرانجام دیا؟ اور قرآنی تعلیمات کو اپنی زندگی کس حد تک ڈھالنے کی کوشش کی تھی؟ کیونکہ! انسانی زندگی کی کامیابی کا راز قرآن وسنت کے مطابق چلنے میں ہی مضمر ہے۔

☆ **تیسری عدالت** : (حقوق العباد کی عدالت) **یہ بندوں کے حقوق کی عدالت ہے۔**

اس عدالت میں انسانوں (ماں،باپ،بیوی بچے،ہمسائے،عزیز واقارب،آقا وغلام اور متعلقین وغیرہا) اور دوسری مخلوقات کے حقوق کے متعلق پا چھا جائے گا۔جس میں لوگوں کے جان ومال،عزت وآبرو کی حفاظت وسلامتی،نان ونفقہ کا بندوبست کرنے،آسانی یا مشکلات پیدا کرنے وغیرہا کے متعلق سوال ہوگا۔ مزید برآں جانوروں (چوپائے،حشرات اور چرند پرند) کو ناحق ایزارسانی کے متعلق بھی پوچھا جائے گا۔

ان عدالتوں سے فراغت کے بعد جزوی اور دائمی زندگیوں کا آغاز ہوگا۔جن کی مختصر مگر جامع تفصیل یہ ہے۔

دوزخ کی زندگی (جزوی ودائمی حیاتِ انسانی)

اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم اور رحمت سے درگزر نہ فرمایا۔تو فسق وفجور اور گناہوں سے لت پت مسلمانوں کو ایک لمبے عرصے تک جہنم کی گرم آگ،وادیوں اور نہروں میں رہ کر عذاب سہنا پڑے گا۔جو آگ اور پیپ کی ہوں گی۔انسان اور پتھر دوزخ کا ایندھن ہیں۔اور بعد ایک لمبی مدت کے مسلمانوں کو وہاں سے باہر نکالا جائے گا۔کیونکہ صاحبِ ایمان کے لئے دوزخ دائمی نہیں ہے۔جبکہ کفار تو دائماً اُسی دوزخ میں ہمیشہ کی زندگی گذاریں گے۔

دوزخوں کے اسماء: جهنم. لظى. (ویل)۔ الحطمة. سقر. السعير. الجحيم. هاوية.

جنت کی زندگی (دائمی حیاتِ انسانی)

اللہ تعالیٰ ان کی خصوصی رحمت اور فضل وکرم سے جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کئے۔اور خود کو (صغیرہ وکبیرہ) گناہوں سے محفوظ رکھا۔تو اُمید ہے۔کہ! اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم اور خصوصی رحمتوں سے ان کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔(مگر یاد رہے۔کہ! جنت اپنے نیک اعمال کی بدولت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہی عطا ہوگی۔اعمالِ صالحہ تو جنت میں داخلے کے لئے فقط جز وہوں گے)۔ایک عام آدمی کی جنت بھی اس دُنیا سے کئی گنا بڑی اور وسیع تر ہوگی۔ہر جنتی کو جنت میں پانچ انعامات سے نوازا جائے گا۔ہر جنتی کا حضرت آدمؑ کے قد جتنا قد ہوگا۔ ہر جنتی کو حضرت یوسف نبیؑ کی طرح کا حسن عطا کیا جائے گا۔ہر جنتی کو حضرت عیسیٰؑ کی سی عمر عطا ہوگی۔(یعنی وہ ہمیشہ جوان رہے گا) ہر جنتی کو حضرت داؤدؑ کی سی خوبصورت اور دلکش آواز میسر ہوگی۔اور ہر جنتی کو حضرت سرورِ کائنات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ والے اخلاق عطا کئے جائیں گے۔(ان شاء اللہ)

جنت (حیاتِ انسانی کی سب سے بڑی اور عظیم کامیابی کا انعام)

اللہ جل شانہٗ جنتیوں کو خود براہ راست اپنا کلام سنائیں گے۔اور اپنے لازوال اور بے مثال حسن کا دیدار عطا فرمائیں گے۔جنت میں نہ تو کوئی بیماری ہوگی نہ موت نہ کوئی بڑھاپا ہوگا نہ کوئی نقاہت وسستی،نہ کوئی غم ہوگا اور نہ ہی کوئی پریشانی یا مشکل۔بلکہ وہاں پر تو ہر جنتی عبادت سے بھی مستثنیٰ ہوگا۔جنت درحقیقت اُن لوگوں کا ٹھکانہ ہے۔جنھوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اپنے نفسوں کا تزکیہ اور اپنے قلوب کا تصفیہ کرتے ہوئے اپنی ارواح کو پاکیزہ کرلیا۔اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرلیا۔کیونکہ تزکیہ نفس وتصفیہ قلب ہی سے انسان رب متعال کا محبوب بن جاتا ہے۔اور بالآخر اللہ تعالیٰ ایسے خوش نصیب سے راضی وخوش ہوکر جنت عطا فرمادیتے ہیں۔وگرنہ موت کے بعد برزخ اور برزخ سے قیامت تک کا سفر بہت کٹھن،دشوار گزار،مشکل،مصائب سے بھرپور،بہت زیادہ دردناک اور دکھ دینے والا عذاب ہمارا منتظر ہے۔

جنتوں کے اسماء : دارالجلال۔ دارالقرار۔ دارالسلام۔ جنتِ عدن۔ جنتِ ماوٰی۔ جنتِ خُلد۔ جنۃالفردوس۔ جنتِ نعیم۔(بقول حضرت شیخ احمد دباغ صاحب،جنتوں کے اسمأ وترتیب اس طرح ہے) دارالسلام۔جنت نعیم۔جنت ماوٰی۔جنت خلد۔جنت عدن۔جنت فردوس۔جنت علیین۔جنت مزید۔

اللہ تعالیٰ کی جانب قریب ترین راستہ : (قرب الی اللہ کے طریقے)

☆ قربِ الٰہی کے تین طریقے نہایت واضح اور مؤثر ترین ہیں ۔ **(1) واسجد واقترب** ۔سجدہ کرو۔اور قریب ہو جاؤ۔(بمطابق حدیث) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔کہ! بندہ سجدہ کی حالت میں اپنے رب کے حضور بہت زیادہ قریب ہوتا ہے۔پس (تم بحالت سجدہ) میں کثرت سے دُعائیں کرو۔(صحیح مسلم) **(2)** ادائیگیٔ نوافل سے قربِ الٰہی کا حصول۔اور نوافل کی وجہ سے بندہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے۔یہاں تک کہ میں اُسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔تو پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں۔جس سے وہ سنے۔اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں۔جس سے وہ دیکھے۔اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں۔جس سے وہ پکڑے۔اور اُس کے پاؤں بن جاتا ہوں۔جس سے وہ چلے۔اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے۔تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں۔اگر وہ کسی چیز سے پناہ چاہتا ہے۔تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔(صحیح بخاری) یادرہے۔کہ! عُرفاء کی نظر میں سیر وسلوک دراصل خانقاہی نظام کے مطابق دو مراحل ''قربِ فرائض'' اور ''قربِ نوافل'' ہی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔**(3)** صفاتِ الٰہیہ کے اپنانے سے قربِ الٰہی کا حصول۔جس طرح اللہ کریم ہے، رحیم ہے رحمان ہے، تواب ہے، غفار ہے۔۔۔اسی طرح سے اگر کوئی انسان بھی خود کو انہیں صفات سے متصف کرلے۔یعنی وہ ہر کسی پر رحم، وکرم، عفو و درگزر روا لا معاملہ کرے۔غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے خود کو متصف کرلے۔تو ایسا شخص بھی قربِ الٰہیہ کی طرف یقینی طور پر گامزن ہو جاتا ہے۔ بقولِ اقبالؒ !

وادیٔ عشق بسے دور و دراز اَست وَلے ۔۔۔ طے شود جادۂ صد سالہ بہ آہے گاہے

(عشق کی وادی (یعنی منزل) بہت ہی دور و دراز فاصلے پر واقع ہے۔لیکن کبھی کبھار سو سالہ مسافت کا فاصلہ فقط ایک ہی آہ سے طے ہو جایا کرتا ہے)

☆ حضرت مولا علیؓ نے آنحضور نبی مکرم ﷺ سے عرض کی۔کہ! یارسول اللہ ﷺ ! مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا قریب ترین راستہ بتایئے۔جو اس کے بندوں کے لئے زیادہ سہل ہو۔اور اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ فضیلت والا ہو۔پس حضرت نبی مکرم ﷺ نے فرمایا۔اے علیؓ ! **ہمیشہ خلوت میں اپنے حق میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کو پابندی سے لازم جانو**۔تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے کہا۔یہی فضیلتِ ذِکر تمام ذِکر کرنے والے لوگوں کی ہے۔پس حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا۔اے علیؓ ! (تمام) **روئے زمین پر جب تک کوئی ''اللہ اللہ'' کہنے والا باقی رہے گا۔اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی**۔پس آپؓ نے کہا۔یارسول اللہ ﷺ ! مَیں کِس طرح (اللہ تعالیٰ کا) ذِکر کروں ؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا۔آنکھیں بند کرو۔اور مجھ سے تین مرتبہ سنو۔''**لا الہ الا اللہ**''' تین مرتبہ (آنحضرت ﷺ نے فرمایا) اور حضرت علی المرتضیٰؓ سن رہے تھے۔پھر حضرت علیؓ نے (بھی) تین مرتبہ ''**لا الہ الا اللہ**'' کہا۔اور آنحضرت نبی مکرم ﷺ سنتے رہے۔چنانچہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت حسن بصریؒ ،کو اسی ذِکر کی تلقین فرمائی۔اور یہ تلقین آج تک اسی طرح سے چلی آرہی ہے۔(منقبت حضرت بوعلی قلندرؒ)

حیدریم ، قلندرم ، مستم ۔۔۔ بندۂ مرتضیٰ ، علی ہستم

پیشوا تمام رندانم ۔۔۔ کہ سگ کوی شیرِ یزدانم

حضرت سلطانُ الموحدین مولانا قاضی خان یوسف ناصحیؒ فرمایا کرتے تھے۔کہ **چار ہزار مشائخینِ طریقت کا اس بات پر اجماع ہے۔کہ! اللہ تعالیٰ تک رسائی دو طریقوں سے (جلدی اور لازماً) حاصل ہوتی ہے۔ایک ذکرِ الٰہی اور دوسرا بھوکا رہنے سے**۔ اور جو شخص ذکرِ جلی کیا کرتا ہے۔اسے زیادہ بھوک برداشت کرنے کی ضرورت نہیں۔وہ چوتھائی پیٹ خالی رکھے۔اور گھی وغیرہ استعمال کرے۔تاکہ دماغ میں خشکی کی وجہ سے خلل واقع نہ ہو۔سالک جب ذکرِ جلی سے فارغ ہو۔یا اسے کوئی رکاوٹ پیش آئے۔تو ذکرِ خفی یعنی پاس انفاس جیسے کسی ذکر میں مشغول ہو جائے۔مبتدی کو شغل میں ہمیشگی اور دوام کی اسی ذکرِ خفی یعنی پاس انفاس سے حاصل ہوتی ہے۔اس **ذکرِ خفی یعنی پاس انفاس کا طریقہ یہ ہے**۔کہ!

سانس باہر نکلے تو کلمہ ''لا الہ'' کہے۔اور جب سانس اندر لے۔تو کلمہ ''الا اللہ'' کہے۔سانس کی اس کیفیت کو دل سے ربط ہے۔اسی ذکر کے سبب سے دل ذاکر ہو جاتا ہے۔(ذکر پاس انفاس کے مختلف طریقے پچھلے صفحات میں تفصیلاً بیان کئے گئے ہیں) اولیائے عظامؒ فرماتے ہیں۔کہ! کل جب بروزِ قیامت پوچھا جائے گا۔کہ! تُم نے اپنے سانس کہاں صَرف کئے۔توصِرف وہی سانس ہی کام آئیں گے۔جو یادِ حق میں صَرف ہوئے ہوں گے۔اور اِنہی کے سبب چھٹکارا حاصل ہوگا۔(لہٰذا ایک سمجھ دار شخص کو چاہیئے۔کہ! وہ اس بات کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھے۔کہ!) زندگی کا جو بھی سانس گزرتا ہے۔وہ ایک قیمتی گوہر ہے۔جو دوبارہ کبھی بھی واپس نہیں آئے گا۔اور ہر سانس کی قیمت دونوں جہانوں سے کہیں زیادہ ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اپنے رسائل میں **سالکین کے سلوک اور معرفت الٰہیہ** کے ضمن میں رقم طراز ہیں۔کہ!

قربِ الٰہی اور اس کے فیوض و برکات کا حصول دو راستوں سے میسر ہو سکتا ہے۔پہلا راستہ قربِ نبوت کا ہے۔جو کہ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کے واسطے و وسیلے سے ممکن ہے۔ان کا سلوک **سیر انفسی** سے تعلق رکھتا ہے۔جبکہ! دوسرا راستہ قربِ ولایت کا ہے۔جو کہ حضرت سیدنا مولا علیؓ کے واسطے و وسیلے سے نصیب ہوتا ہے۔ان کا سلوک **سیر آفاقی** سے متعلق ہے۔گو کہ دونوں راستے اور سلوک مشکوٰۃ انوارِ نبوت ﷺ سے ہی مقتبس و مربوط ہیں۔

☆ حضرت خواجہ ابو بکر شبلیؒ جب جناب حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔تو بہ کی۔اور مرید ہو گئے۔گھر پہنچتے ہی پہلے دن ''دنیا'' ترک کردی۔دوسرے دن ''عقبیٰ (آخرت)'' ترک کی۔اور تیسرے دن اللہ تعالیٰ تک پہنچ گئے۔(ماشاء اللہ)

تقرب الی االلہ کے طریقے : (بقول حضرت شیخ عبدالقادر الجیلانیؒ)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کتاب ''آداب السلوک والتواصل الی المنازل الملوک'' کے صفحہ نمبر 157 (اردو ترجمہ۔مکتبہ زاویہ) میں فرماتے ہیں۔کہ! اللہ تعالیٰ کے قرب کی ایک ابتداء ہے اور ایک انتہاء۔اس کی ابتداء ''زہدا اور ورع'' ہے۔جبکہ اس کی انتہاء ''تسلیم و رضا اور توکل'' ہے۔ایک اور جگہ آپؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ سے غائب اور بعید ہوا جائے۔(کیونکہ یہ غائب رہنا اور دوری کے غم و پریشانی کی وجہ سے بھی قرب الی اللہ حاصل ہو جائے گا) جبکہ دوسری صورت یہ ہے۔کہ! اللہ تعالیٰ سے واصل اور قریب ہوا جائے۔(کیونکہ اللہ تعالیٰ سے وصل و عشق اور ہر چیز کی نفی کرتے ہوئے بھی تُو قرب الی اللہ تک بالآخر پہنچ ہی جائے گا)

☆ اسی طرح! حضرت بایزید بسطامیؒ کے متعلق مشہور ہے۔کہ جب آپؒ نے خواب میں اللہ رب العزت کی زیارت کی۔تو بارگاہِ خداوندی میں عرض کی۔یا بارِالٰہ! تیری قربت کا (آسان اور مؤثر) راستہ کونسا ہے؟ تو رب قدوس نے فرمایا۔نفس کا راستہ چھوڑ دے۔اور چلا آ۔حضرت بایزیدؒ فرماتے ہیں۔کہ مَیں نفس سے یوں دور ہوا۔جیسے (کوئی) سانپ اپنی **کینچلی** سے دور ہوتا ہے۔لہٰذا اس گفتگو سے ثابت ہوا۔کہ! ساری بھلائی ہر حال میں نفس کی مخالفت میں ہے۔۔۔جب تُو دِلی خیالات (دلی خواہشات) سے رُک جائے گا۔اور اپنا ہر معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے گا۔اور پھر کسی آزمائش سے سامنا ہوگا۔تو دستِ قدرت تیری دستگیری فرمائے گا۔اور تجھے لغزش سے بھی محفوظ رکھے گا۔کیونکہ یہ فعل اللہ کا ہوگا۔اور اللہ تعالیٰ اپنے فعل پر تجھے سزا نہیں دے گا۔کیونکہ سزا تو اُس وقت ملتی ہے۔کہ جب کسی معاملہ میں تیری نیت و ارادہ شامل ہو۔لہٰذا اگر تُو حالتِ حقیقت یعنی حالتِ ولایت میں ہے۔تو خواہشِ نفسانی کی مخالفت کر۔اور جملہ امور میں حکمِ خداوندی کی مکمل اتباع کر۔(سمجھنا چاہیئے۔کہ) اتباع کی بھی دو صورتیں ہیں۔

☆ ایک صورت تو یہ ہے۔کہ! دُنیا سے قوتِ لایموت حاصل کر۔یعنی جو تیرے نفس کا حق ہے۔لذائذ دُنیا کو ترک کر دے۔اور فرائض کو ادا کر۔اور ظاہری و باطنی جملہ گناہوں کو ترک کر کے خود کو مطہر کر لے۔ ☆ جبکہ دوسری صورت امر باطنی کی ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ باطن کے متعلق بھی حکم صادر فرماتا ہے۔بعض چیزوں (امور) کا حکم فرماتا ہے۔جبکہ بعض چیزوں سے منع فرماتا ہے۔(جاننا چاہیئے۔کہ) القاء و الہام درحقیقت مباحات (مباح امور) کے بارے میں ہوتا ہے۔

☆ ایک اور جگہ آپؒ فرماتے ہیں۔کہ! تجھے اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی معیتِ خاصہ حاصل نہیں ہوسکتی۔جب تک تُو شکستہ ذات نہیں ہو جاتا۔(یعنی جب تک تیری خواہش اور ارادہ نامکمل ہونے کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ نہیں جاتے) پس جب تیری ذات مکمل طور پر ٹوٹ جائے گی۔تو تجھ میں کوئی بھی چیز قرار پذیر نہیں ہو سکے گی۔(یعنی اسباب سے،لوگوں سے بلکہ دنیا کی ہر چیز سے بھروسہ و یقین یکسر ختم ہو جائے) تو تُو اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی اور کے لائق ہی نہیں رہے گا۔تو پھر اللہ تعالیٰ تجھے ایک نئی زندگی عطا فرمائے گا۔اور تجھ میں ایک نیا ارادہ پیدا فرما دے گا۔ ☆ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ تقرب الی اللہ کے متعلق فرماتے ہیں۔کہ! یہی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے میں میرا راستہ ہے۔کہ! تُو (اے حضرت انسان) کبھی اپنی عبودیت سے جُدا نہ ہو۔کبھی بھی اپنے بارے میں یہ مَت سوچ کہ تُو موجودات میں سے کسی بھی شئے سے افضل ہے۔کیونکہ! یہ خیال اُسی وقت آتا ہے۔جب کوئی قہر والا وصف تجھ میں قائم ہو جائے۔ ☆ حضرت شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں۔کہ! جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی کو اپنا قُرب عطا کرنا چاہتا ہے۔تو اسے ان اعمال پر وقوع سے پہلے مطلع کرتا ہے۔جو اُس نے اس پر مقدور کئے ہوئے ہیں۔اس مقام پر اختصاص اور قرب کے باعث مقدور اُسے نقصان نہیں پہنچاتا۔اور وہ ویسا ہے۔جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔کہ! **فاولٰئک یبدل اللہ سیأاتھم حسنات** ۔یہ وہ لوگ ہیں۔کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔(سورہ فرقان۔70) یہ اس کے لئے جسے ذوق،کشف اور اطلاع سے یہ حال حاصل ہو۔☆ حضرت شیخ عبداللہ انصاری ہراتؒ نے آیتِ کریمہ **''واذکر ربك اذا نسیت''** ترجمہ: اور جب بھی بھول جاؤ۔تو اپنے رب کو یاد کرو۔(سورہ کہف۔آیت نمبر **24**) کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔کہ! جب تو ذکرِ خداوندی میں اس کے غیر کو بھول جائے۔یا پھر اپنے ذکر کو بھول جائے۔یا پھر ذکرِ حق میں اپنے آپ کو بھول جائے۔تو سمجھ لے۔کہ اَب تیرا ذکر کامل ہوگیا ہے۔کیونکہ! ذکر کا اعلیٰ اور اَتم درجہ فنائیت ہی ہے۔یعنی کہ سالک کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی چیز کی خبر نہ رہے۔ ☆ حضرت شیخ شرف الدین منیریؒ مکتوبات میں فرماتے ہیں۔کہ! بزرگوں کا قول ہے۔کہ! اللہ تعالیٰ تک پہنچنا بہت آسان اور بہت مشکل ہے۔(بشرطِ کہ) اگر کوئی دُنیا کی محبت ترک کر دے۔اور اپنے کھانے پینے،بیوی بچوں کے کھانے و کپڑے وغیرہا کا غم اپنے دل سے نکال دے۔اور اسی طلب میں اُسے صدق و خلوص بھی بدرجہ کمال حاصل ہو۔ایسے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ تک پہنچنا (نہایت) سہل ہے۔

(بقول **البلوشی**) حق کو پانے اور اپنی عبادات (اذکار،مشاغل و مراقبات وغیرہا) میں لذت و تاثیر کے حصول کے لئے بہترین وقت تہجد کا ہے۔کیونکہ اس وقت سورہ یسین سے قربِ الٰہی ضرور حاصل ہوتا ہے۔کیونکہ اس وقت قرآن کا دل سورہ یسین،رات کا دل (وقت تہجد) اور انسان کا دل،یہ تینوں مجتمع ہوتے ہیں۔

☆ (اسی طرح سے) اہلِ معارف میں سے کسی سے کہا گیا۔کہ! **اللہ تعالیٰ کی معرفت کیسے حاصل ہوسکتی ہے** ؟ جواب دیا گیا۔کہ! وہ ذاتِ اقدس اشیاء کی مدد سے نہیں بلکہ اشیاء اُس ذات کی مدد سے پہچانی جاتی ہیں۔جیسا کہ! حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا۔کہ **اَمیں نے اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ ھی سے پھچانا ھے** ۔اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا تمام اشیاء کو اللہ تعالیٰ کے نور کی مدد سے جانا ہے۔اسی طرح سے حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا۔کہ! **لا یعرف اللہ الا اللہ تعالیٰ** ۔(یعنی کہ) اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں پہچانتا مگر خود اللہ تعالیٰ۔

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے ۔۔۔ کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے

سلسله عالیه نقشبندیه میں وصول الی الله کے طریقے: (حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ درکتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء)

پہلا طریقه : مشائخِ نقشبندیہ کے ہاں وصول الی اللہ کے تین راستے ہیں۔اول صحبتِ شیخ (مرشد) دوئم ذکر (اسمِ ذات ''اللہ'' یا کلمہ ''لاالہ الااللہ'') اور سوئم مراقبہ۔(یادرہے۔کہ) اِن تینوں میں سے نزدیک ذکر کا طریقہ یہ ہے۔کہ کلمہ طیبہ ''لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ'' کا ذکرحبسِ دَم (یعنی سانس کوروک کر) کے ساتھ کرے۔اور گنتی میں طاق عدد کی رعایت ملحوظ رکھے۔جب ذکر ایک سانس میں اکیس (21) مرتبہ سے بڑھ جائے۔تو ازسرِ نوشروع کرے۔ذکر کے اثرات سے مراد یہ ہے۔کہ! جس وقت ''لاالہ الااللہ'' کہے۔تو وجودِ بشریہ کی نفی کرے۔اور جب ''الااللہ'' کہے۔تو جذبہ الٰہیہ کے تصرفات ظاہر ہوں۔اثر کا ظہورا ستعداد کے مطابق ہوا کرتا ہے۔بعض سالکین کو تو پہلے ماسوائے حق سے غیبت حاصل ہوتی ہے۔اور کچھ کو پہلے سکر اور غیبت حاصل ہوتی ہے۔اوراس کے بعد ان کو وجود کی نفی ثابت ہوتی ہے۔

دوسرا طریقه : حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (الانتباہ فی سلاسل اولیاء میں) فرماتے ہیں۔کہ! **حصولِ معرفت اور سببِ وصول کے سلسلے میں مشائخینِ نقشبندیہ کا دوسرا اور آسان ترین اور قریب ترین راستہ'' توجہ'' اور'' مراقبہ'' ہے۔اور مراقبہ کا راستہ نفی اثبات کے طریق سے بہت ہی اعلیٰ اور افضل ہے۔اور دوسرے راستوں کے مقابلے میں مراقبہ کا راستہ'' جذبہءِ الٰہیہ'' کا قریب ترین راستہ ہے۔**مراقبہ کے ذریعے ملکوت میں سیر وتصرف کرنا، کشف القلوب، دوسروں کو نظروں سے عطا کردینا، کسی کے باطن کو روشن کرنا ممکن ہے۔مراقبہ کے ملکہ سے دائمی جمعیتِ خاطر حاصل ہوتی ہے۔

(بہر حال) سالک معنی مقدس جو کیفیت اور مثال سے منزہ ہے۔اسمِ مبارک یعنی'' اللہ'' کی طرف کسی عربی، عبرانی، فارسی یا کسی بھی اور زبان کے الفاظ کو بیچ میں لائے بغیر ذہن کو منتقل کرے۔اور اپنے تصور وتخیل میں اس صورت اور حفاظت نقش کرے۔سالک کو چاہیئے۔کہ! اپنی قوتوں اور ادراکات کے ساتھ قلبِ صنوبری میں اسی معنی مقدس کو جاگزیں کرے۔اور اسی ریاضت پر ہمیشگی اختیار کرے۔اسے اپنانے کے سلسلے میں اس قدر تکلف اور کوشش سے کام لے۔کہ یہ کلفت (بھدا یا بےڈول) اور سعی بھی وسط سے اُٹھ جائے۔اور یہ علم طبیعتِ ثانیہ اور ملکہ بن جائے۔

(یادرہے۔کہ) مراقبہ کی تعریف وطریقہ تفصیلاً اگلے باب میں مذکور ہے۔اَب ہم یہ دیکھتے ہیں۔کہ! مراقبہ میں واردات اور کیفیات کا نزول کس طرح سے ہوتا ہے۔مشاہدے سے پتا چلا ہے۔کہ! مراقبہ میں واردات اور کیفیات کا نزول دوطرح سے ہوا کرتا ہے۔☆ پہلی صورت تو یہ ہے۔کہ! آدمی آنکھیں بند کئے بیٹھا ہے۔اس کے اوپر آدھی نیند طاری ہوگئی۔جس کو ہم نیم غنودگی کہہ سکتے ہیں۔اوراس حالت میں بیٹھے بیٹھے وہ بہت سی چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔☆ جبکہ دوسری صورت یہ ہے۔کہ! ایک آدمی آنکھیں تو بند کئے بیٹھا ہے۔لیکن اس کے اوپر نیند یا غنودگی طاری نہیں ہے۔وہ صرف آنکھیں بند کئے بیٹھا ہے۔اور وہ غیب کی چیزوں کا مشاہدہ بھی کر رہا ہے۔اس کیفیت کا اصطلاحی نام درود ہے۔جب کوئی شخص اس کیفیت سے پوری طرح آشنا ہوجاتا ہے۔تو پھر درود کی اس حالت میں اس کی آنکھیں کھلنے لگتی ہیں۔اور کیفیت یہی ہوتی ہے۔کہ! وہ ہر چیز بند آنکھوں سے دیکھ ہی رہا ہوتا ہے۔آنکھوں پر دباؤ (Stress) پڑنے کی وجہ سے آنکھیں کھل گئیں۔رفتہ رفتہ یہی حالت اس درجہ تک غالب آجاتی ہے۔کہ اس کو آنکھیں بند کرنے کی بھی نوبت نہیں آتی۔اور وہ اپنے ارادے کے ساتھ جہاں دیکھنا چاہتا ہے۔بآسانی دیکھ لیتا ہے۔اَب اس کیفیت کا اصطلاحی نام کشف یا مکاشفہ کہلاتا ہے۔لیکن اس حالت میں انسانی شعور کافی حد تک معطل اور دَبا ہوا رہتا ہے۔یعنی جب اس کے اوپر جب یہ حالت وارد ہوتی ہے۔تو اپنے اردگرد کے ماحول سے اس کا تعلق منقطع ہوجاتا ہے۔جبکہ باطنی اور غیر موجود ماحول سے تعلق ملحق ہوجاتا ہے۔اور جب وہ اس کیفیت سے باہر آتا ہے۔تو پھر دوبارہ اپنے اردگرد کے ماحول سے تعلق بحال ہوجاتا ہے۔

تیسرا طریقه : وصول الی اللہ کا تیسرا طریقہ ایسے مرشد سے رابطہ کرنا ہے۔جسے مقامِ مشاہدہ (مقامِ مشاہدہ ومعائنہ) حاصل ہے۔اور وہ تجلیاتِ ذاتیہ سے بہرہ ور ہے۔بلاشبہ کسی ایسے شیخ (ولیءِ خدا) کی زیارت ان لوگوں کی زیارت کے زمرے میں آتی ہے۔کہ جن کے لئے کہا گیا ہے۔کہ! **انما المؤ منون الذین اذا ذکر الله وجلت قلو بهم** (ترجمہ) درحقیقت مومن تو وہ لوگ ہیں۔کہ! جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے۔تو اِن کے دل ڈر جاتے ہیں (سورہ انفال۔آیت نمبر 02) ایسے مشائخین ومرشدین کے بارے میں مشہور ہے۔کہ! جب انہیں دیکھا جائے۔تو اللہ تعالیٰ یاد آجاتا ہے۔چنانچہ اسی لئے تو کہا جاتا ہے۔کہ! اِن کی زیارت بمنزلہ ذکر ہے۔یہ زیارتِ ذکر ہی کا فائدہ دیتی ہے۔اسی طرح اِن کی صحبت'' **هم جلساء الله**۔(وہ اللہ تعالیٰ کے جلیس ہیں) کے مطابق اِن کی صحبت بھی وہی فائدہ دیتی ہے۔جو ابھی بیان کیا گیا۔

اگر واقعتاً کسی مرشدِ کامل، صاحبِ مشاہدہ ومعائنہ وصاحبِ امرولی کامل بزرگ کی صحبت میسر ہوجائے۔تو یہ بہت بڑی نعمتِ الٰہیہ ہوگی۔اور سالک ایسے شخص کی صحبت کے اثرات کو محسوس بھی کرے گا۔تو سالک کو چاہیئے۔کہ! اپنی استطاعت کے مطابق وہ ان اثرات کو سمیٹے۔اور انہیں محفوظ کرے۔اگر ان اثرات میں کوئی خلل یا رکاوٹ پیش آئے۔تو پھر شیخ کی صحبت اختیار کرے۔تاکہ ان کی برکت سے دوبارہ سابقہ اثرات میسر ہوسکیں۔اور اسی عمل (صحبتِ شیخ) کی بار بار مداومت جاری رکھے۔یہاں تک کہ اثرات کی یہ کیفیت ملکہ بن جائے۔

اور اگر اس بزرگ کی صحبت سے اثر ظاہر نہ ہو۔مگر محبت اور جذب کی کیفیت حاصل ہو تو سالک کو چاہیئے۔کہ! شیخ کی صورت کا تصور کرے۔اور قلبِ صنوبری کی طرف متوجہ ہو۔تاکہ غیبت اور فنائے نفس حاصل ہوسکے۔ اور اگر روحانی ترقی یعنی واردات میں رکاوٹ اور قبض کی سی کیفیت پیدا ہوجائے۔تو اپنے دائیں کندھے میں صورتِ شیخ کا تصور کرے۔اور اپنے قلب کو دائیں کندھے تک ممتد (مسلسل پھیلا ہوا) سمجھے۔پھر صورتِ مرشد کو اس پھیلاؤ کے ذریعے اپنے قلب میں لے آئے۔اُمید ہے۔کہ! اس طرح غیبت اور فنا کی منزل میسر آجائے گی۔

تعلق مع اللہ کے مجرب المجرب قدیمی طریقے :

ہوش والوں کو خبر کیا ، بے خودی کیا چیز ہے — عشق کیجئے ، پھر سمجھئے ، زندگی کیا چیز ہے

☆ عارفین میں سے کسی سے پوچھا گیا۔ کہ! بندے اور حق کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ تو اُس نے فرمایا۔ صرف چار قدم کا۔ (کیونکہ) جو بندہ پہلا قدم دنیا سے اُٹھاتا ہے۔ دوسرا قدم مخلوق سے تیسرا قدم اپنے نفس سے اور چوتھا قدم آخرت سے۔ تو وہ حق سے واصل ہوجاتا ہے۔

☆ حضرت امام العارف شیخ جلال الدین الرومیؒ فرماتے ہیں۔ کہ! اگر تم اپنا رابطہ براہِ راست اللہ تعالیٰ سے قائم نہیں کرسکتے۔ تو کسی برگزیدہ شیخ (پیرومرشد ہی) کو واسطہ بنالو۔ اپنا ہاتھ صاحبِ نسبت شیخ کے ہاتھ میں پکڑاؤ۔ کیونکہ! (یقیناً) اس کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ کی دستگیری حاصل ہے۔

☆ اسی طرح سے حضرت امامِ طریقت واقفِ حقیقت جناب السید احمد کبیر الرفاعی الحسینیؒ فرماتے ہیں۔ کہ! مَیں نے سلوک و معرفت کے سبھی طریقوں میں تواضع وانکساری سے بہتر کوئی طریقہ نہ دیکھا۔ اس لئے مَیں نے اِسے ہی اپنے اور دوسروں کے لئے پسند کیا ہے۔

☆ اسی طرح سے حضرت امامِ طریقت شیخِ حقیقت **حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ** کے بارے میں آتا ہے۔ بعد از وفات کسی نے اُنہیں خواب میں ملاحظہ کیا۔ تو احوال پوچھا۔ آپؒ نے فرمایا۔ کہ! دنیا میں کوئی چیز کام نہ آئی بجز غرباء و مساکین کی دل جوئی کرنے اور انہیں کھانا کھلانے کے۔ (لہذا) فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ لوگوں کی دل جوئی کرنا، اُن کے ساتھ اخلاقِ حسنہ سے پیش آنا اور غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے سے ربِ متعال راضی وخوش ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

☆ ایک حدیثِ قدسی ہے۔ کہ! **انا عند المنکسر قلوبھم من اجلی** ۔ (یعنی) مَیں ان لوگوں کے پاس ہوتا ہوں۔ جن کے قلوب میرے لئے شکستہ (منکسر) ہوتے ہیں۔ (یاد رہے۔ کہ اسی لئے انبیائے کرامؑ دنیا اور دنیا کی جملہ چیزوں (آرام، آسائش، مال و متاع، وقار وعظمت وغیرہا) سے اپنے قلوب سے کو قابو کرلیتے ہیں۔ اور واقعتاً یہ تمام چیزیں خسارے کا سامان ہیں)

☆ طالبانِ راہِ حق کی طبائع میں بہت کچھ اختلاف ہوتا ہے۔ اور سب کو ایک ہی طریقہ سے نہیں سمجھایا جاسکتا۔ شیخ چونکہ طبیبِ دل ہوا کرتا ہے۔ اور ہر مریض کی طبیعت پر نظر کرکے اور نوعیتِ مرض کو دیکھ کر اس کا علاج کرتا ہے۔ اور اس کے مناسب حال نسخہ اس کے لئے تجویز کرتا ہے۔ اسی لئے سلوک کے طریقے بے تعداد ہیں۔ بلکہ! **الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق** ۔ اللہ تعالیٰ تک رسائی کے راستوں کی تعداد اتنی ہے۔ جتنے کہ تمام مخلوق کے سانس۔ (بہرحال) تین طریقے زیادہ عام اور اقرب ہیں۔ بطریقِ اخیار۔ بطریقِ اصحاب مجاہدات وریاضات۔ بطریقِ اصحاب شطاریہ۔

گر ترا پرسند سہہ دیگر کدام — کم خوردن ، کم گفتن و خفتن حرام

پُر حکمت اقوالِ زریں : (اَز حضرت حجۃ الاسلام امام غزالیؒ در کتاب کیمیائے سعادت)

حقیقت یہ ہے۔ کہ! اگر کوئی شخص ریاضت ومجاہدے سے کام لے۔ اور دل کو غصہ وشہوت اور اخلاقِ بد کے چنگل میں نہ پھنسنے دے۔ اور اس جہان (فانی) سے رُو گرداں ہوکر گوشہ خلوت اختیار کرلے۔ اور اس جہان (کی آسائشوں، عیش وعشرت سے) آنکھیں بند کرلے۔ اور اپنے حواس کو معطل کردے۔ اور دل کی مناسبت عالمِ ملکوت سے پیدا کرلے۔ اور وہ یوں کہ! ہمیشہ زبان کے بجائے دل سے مسلسل ''اللہ۔اللہ'' کہا کرے۔ یہاں تک کہ اپنے آپ سے بے خبر ہوجائے۔ اور سوائے ذاتِ باری تعالیٰ کے کسی بھی چیز کی سُدھ بُدھ نہ رہے۔ تو ایسا خوش نصیب شخص خواہ بیدار ہی کیوں نہ ہو۔ اس پر یقیناً روزنِ دل کشادہ رہے گا۔ اور ارواحِ نیک اور ملائکہ (فرشتے) ایسے شخص کو حسین وجمیل صورتوں میں دکھائی دینے لگیں گے۔ ایسا شخص شروع میں در عالمِ رویاء اور پھر بحالتِ بیداری ارواحِ اولیاء وصالحین حتی کہ پیغمبروںؑ کو بھی دیکھنے کی صلاحیت اور ملکہ حاصل کرلیتا ہے۔ اور ان سے فیوض وبرکات اور فوائدِ ظاہری و باطنی حاصل کرنے لگ جاتا ہے۔ اور ان کی باطنی وظاہری امداد سے بھی مشرف ہوتا ہے۔ اور فرشتے زمین وآسمان کے ہر گوشے سے اس پر سایہ فگن ہوکر اسے مرجع خلائق بنادیتے ہیں۔ (یاد رہے۔ کہ!) جس پر یہ راز کھل جائے۔ اس سے کارہائے عظیمہ ملاحظہ کرنے میں آتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایسے شخص کے اوصاف و صفات زیرِ قلم آنے سے عقل وادراک یکسر قاصر وخاموش ہے۔ اور اس تمام عمل میں قلب کی حفاظت نہایت ضروری ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

روشن اسی ضَو سے ہے ، پوشیدہ مسلماں کا مقام — خود مسلماں سے ہے اگر ظلمتِ کردار نہ ہو

حضرت رائفہ اسدیؓ سے روایت ہے۔ کہ! مَیں رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ تاکہ خیروشر کی نسبت آپ ﷺ سے سوال کروں۔ اور (مَیں) لوگوں کے اوپر سے پھلانگتا ہوا آپ ﷺ کے نزدیک پہنچا۔ جب آپ ﷺ سے نزدیک ہوا۔ تو (آپ ﷺ نے) فرمایا۔ اے رائفہؓ! تُو مجھ سے ایک بات دریافت کرنے آیا ہے۔ مَیں تجھے بتاؤں۔ کہ وہ کیا بات ہے۔ مَیں نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ ﷺ! بتلایئے۔ فرمایا۔ تُو مجھ سے خیروشر کی نسبت سوال کرنے آیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی انگشت مبارک میرے سینہ میں مارکر فرمایا۔ اے رائفہؓ! جو بات ہو۔ اپنے قلب سے پوچھ لے۔ کیونکہ نیکی وہی ہے۔ جس کا نفس کو الہام ہو۔ اور قلب اس کی طرف قرار پکڑے۔ اور مطمئن ہو جائے۔ اور بدی وہی ہے۔ جو دل میں کھٹکتی رہے۔ (لہذا) اس کو چھوڑ دے۔ اگرچہ فتوی دینے والے اُس کا تجھے فتوی (بھی) دیں۔

اسمِ اعظم ہی سمجھتا ہوں میں اسمِ یار کو — اس لئے میں یار ہی کے نام کا عامل ہوا

دعوت الی اللہ : فضائل و فوائد (وتواصوا بالحق ۔اور آپس میں حق (بات) کی تلقین کریں)

دعوت الی اللہ '' تمام انبیاءؑ کی اولیں ترجیح اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ودیعت و تفویض شدہ ایک قطعی حکم تھا۔جس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ۔لہٰذا علمِ دعوت وہ عظیم علم وفن ہے ۔کہ! جس میں دینِ حق یعنی دینِ اسلام کی طرف بلانے ، بھلائی کرنے کے لئے اُبھارنے ، برائی سے بچنے اور اس سے ڈرانے ، اچھائی کا حکم دینے ، برائی سے روکنے ، فضائل سے محبت کرنے ، بُرے اخلاق سے نفرت پیدا کرنے ،حق کی اتباع اور باطل کا رَد کرنا لازم ہے۔

دعوتِ الی اللہ میں حائل رکاوٹیں : جب آنحضور ﷺ نے دعوت کا آغاز کیا۔تو انہیں تین پیشکش (offers) کی گئیں ۔دولت، بادشاہی (یعنی مکہ کی سرداری) اور کوئی خوبصورت عورت۔تو نبی کریم ﷺ نے تینوں پیشکشوں کو یکسر مطلقاً مسترد کر دیا۔لہٰذا یہ تینوں پیشکشیں دائمًا مسترد ہیں۔

واقعہء عجیبہ : آنحضرت نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔کہ! اللہ تعالیٰ نے حضرتِ جبرائیلؑ کو حکم فرمایا۔کہ! فلاں بستی کو جا کر اُلٹ دو۔(تو) حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا۔کہ یا اللہ تعالیٰ! اس (بستی) میں آپ کا ایک ایسا (نیک ،صالح اور عبادت گزار) بندہ رہتا ہے۔جس نے پلک جھپکنے کے برابر بھی کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کی۔(تو) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔اس (نیک وصالح) بندے سمیت اس بستی کو اُلٹ دو۔اور سب پر عذاب نازل کر دو۔کیونکہ! اس (نیک وصالح اور عبادت گزار بندے) کے سامنے میری نافرمانیاں ہوتی تھیں۔لیکن کبھی اس کی پیشانی پر بَل نہیں آیا۔نہ کبھی اس (نیک وصالح بندے) نے کسی کو روکا۔(لہٰذا) اس کو بھی ہلاک کر دو۔(بیہقی۔مشکوٰۃ شریف) لہٰذا! بندہء مومن صرف اپنی ہی عبادت پر تکیہ نہ کرے۔بلکہ دعوت وتبلیغ اور **امر بالمعروف و نھی عن المنکر** کا بھی سختی سے پابند ہو۔کیونکہ! اب انبیائے کرامؑ کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔اور اَب یہ ذمہ دارہ ہم اُمتِ نبویہ ﷺ پر آگئی ہے۔

نہ تُو زمیں کے لئے ، نہ آسماں کے لئے جہاں ہے تیرے لئے ، تُو نہیں جہاں کے لئے

حضرت نوحؑ کی دعوتِ حق کے منھج یہ ھیں (بمطابق کتاب نیکی کی دعوت کے اہم اصول)

دعوتِ حضرت نوحؑ کے تین اساس : دعوتِ توحید ۔ رَدِ شرک ۔ اخوت و مساوات ۔

دعوتِ حضرت نوحؑ کے تین اسلوب : شفقت بھرا انداز ۔ اندازِ دعوت میں وسعت ۔ غور و فکر کی ترغیب ۔

دعوتِ حضرت نوحؑ کے تین کوششیں : مسلسل کوشش ۔ جملہ معاملات اللہ کے سپرد کرنا ۔ اللہ پر کامل توکل ۔

دعوتِ الی اللہ (یعنی تبلیغ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر) سے بڑھ کر اگر کوئی بلند مرتبت وشان والا کام ہوتا تو اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور انبیائے عظامؑ کو بھی وہی حکم فرماتا۔ لہٰذا نصوصِ قطعیہ سے روزِ روشن اور اظہر من الشمس کی طرح یہ ایک ثابت قطعی دلیل ہے ۔کہ! اس اُمتِ مرحومہ کا درجہ،شان اور مرتبہ جملہ اُمتوں سے زیادہ ،اعلیٰ اور بھلی ہونے کی وجہ ہی یہی ہے۔کہ! اس کا فریضہ سب اُمتوں سے بڑا اور اس کا کارنامہ سب سے اعلیٰ وارفع اور اہم ترین ہے۔اور یہ لوگ (**کُنتُم خَیرَ امۃ**) درحقیقت وہ امور سرانجام دینے کے پابند ہیں۔جو دراصل انبیائے کرامؑ کے تفویضی فرائضِ منصبی میں اولیں حیثیت کے حامل تھے۔لہٰذا (الحمدللہ) ہم خیر الامم ہونے پر نازاں وشاداں ہیں۔(ماشاءاللہ تعالیٰ) قرآنِ حکیم میں آیا ہے۔کہ! **وَ مَن اَحسَنُ قَولًا مِّمَّن دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِی مِنَ الْمُسلِمِینَ** ۔ اور اس شخص کی بات سے اچھی کس کی بات ہو سکتی ہے۔جو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے۔اور نیک عمل کرے۔اور کہے کہ! میں مسلمان ہوں۔(سورہ فصلت۔ **33**) لہٰذا دعوت الی اللہ کا نبوی ﷺ طریقہ یہ ہے۔کہ! **وَ اُوحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُراٰنُ لِاُنذِرَکُم بِہٖ وَ مَن بَلَغَ** ط اور یہ قرآن میری طرف اس لئے وحی کیا گیا۔ تاکہ! میں اس (قرآنِ حکیم) کے ذریعے سے تم کو اور جس شخص تک یہ (قرآن) پہنچ سکے،اسے ڈراؤں۔(سورہ انعام۔آیت نمبر **19**) یعنی کہ! آنحضرت محمد ﷺ کا تبلیغ دین کا سب سے اعلیٰ طریقہ قرآنِ حکیم کی آیات کو حوالہ بنا کر بیان کرنا ہے۔کیونکہ! قرآن مجید تو خود اللہ تعالیٰ ہی کا فرمان عالیشان ہے۔اور قرآنِ حکیم کے ابتدائیہ ہی میں ہمیں دَرس دیا گیا ہے۔کہ! **ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیبَ ج فِیہِ ج ھُدًی لِّلْمُتَّقِینَ** ۔یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب (یعنی قرآن مجید) ہے۔اس میں قطعاً کوئی شک نہیں۔اس (کتاب یعنی قرآنِ حکیم) میں ہدایت ہے متقین (پرہیزگاروں) کے لئے۔(سورہ البقرہ) قرآنِ حکیم سے ہدایت نہ پانے کی ایک بڑی وجہ عدم تقویٰ ہی ہے۔ (اسی طرح سے قرآنِ حکیم میں آیا ہے۔کہ!) **اِنَّ ھٰذَا الْقُراٰنَ یَھدِی لِلَّتِی ھِیَ اَقوَمُ** ۔یقینًا! یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے۔جو سب سے سیدھا ہے۔(سورہ الاسراء) **اِنَّ الَّذِینَ لَا یُؤمِنُونَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ لا لَا یَھدِیھِمُ اللّٰہُ وَ لَھُم عَذَابٌ اَلِیمٌ** ۔جو لوگ اللہ تعالیٰ کی (نازل کردہ) آیات پر ایمان نہیں رکھتے۔انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی بھی نہیں ہوتی۔اور ان کے لئے المناک عذاب (تیار) ہیں۔(قرآن میں ہے) **اَجِیبُوا دَاعِیَ اللّٰہِ** ۔(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے منادی کی بات پر لبیک کہو۔

حیرت ہے کہ تعلیم و ترقی میں ہے پیچھے جس قوم کا آغاز ہی **اقراء** سے ہوا تھا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔کہ! **وَلتَکُن مِّنکُم اُمَّۃٌ یَّدعُونَ اِلَی الْخَیرِ وَ یَامُرُونَ بِالْمَعرُوفِ وَ یَنھَونَ عَنِ الْمُنکَرِ** ط **وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفلِحُونَ** ۔اور آپ (لوگوں) کے مابین ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے۔جو لوگوں کو نیکی کی دعوت دیں۔اور بھلائی کا حکم کریں۔اور برائیوں سے روکتے رہیں۔یہی وہ لوگ ہیں۔جو فلاح پانے والے ہیں۔(سورہ اٰل عمران۔آیت نمبر **104**) قرآنِ حکیم میں ایک اور جگہ آیا ہے۔کہ! **کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ تَامُرُونَ بِالْمَعرُوفِ وَ تَنھَونَ عَنِ الْمُنکَرِ وَ تُؤمِنُونَ بِاللّٰہِ** ۔ (اے محمدی اُمت) آپ وہ بہترین اُمت ہیں۔ جسے لوگوں کی ہدایت واصلاح

کے لئے میدان میں لایا گیا ہے۔ (کیونکہ) آپ نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ (سورہ ال عمران۔ آیت نمبر 110) قرآنِ حکیم میں ہے۔ کہ! یَاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہ' ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ارشادات آپؐ پر نازل ہوئے ہیں۔ سب لوگوں تک پہنچا دیں۔ اگر ایسا نہ کیا۔ تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے پیغامِ حق کو پہنچانے کی ذمہ داری ادا نہ کی۔ (سورہ مائدہ۔ 67) بلکہ! انبیائے کرامؑ کو تو یہ حکم ہوا۔ کہ! فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنَ ۔ یقیناً! آپؐ پر صاف صاف پیغامِ حق پہنچانے کے سوا اور کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ (سورہ نحل۔ 82) قرآنِ حکیم میں ہے۔ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ ۔ لوگوں کو حکمت (دانش مندی) اور نیک نصیحت سے اپنے رب کے راستے کی جانب دعوت دیں۔ (سورہ النحل۔ 125) اسی طرح سے قرآنِ حکیم میں آیا ہے۔ کہ! وَ رَبَّکَ فَکَبِّرْ ۔ اور اپنے رب ہی کی بڑائی کا (سرِعام) اعلان کریں۔ (سورہ المدثر۔ 3)

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں

قرآنِ حکیم میں ہے۔ کہ! وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۔ اور دُنیا کا سامان تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔ (آلِ عمران۔ 185)

دُنیا کے اے مسافر منزل تیری قبر ہے
طے کر رہا ہے جو تُو، دو دن کا وہ سفر ہے

لہٰذا جب کوئی مبلغ دعوت الی اللہ کا کام کرتا ہے۔ تو اسے صبر کا دامن بھی تھامنا پڑتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ کہ! وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ ط اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۔ اور (آپ) لوگوں کا نیکی کی تلقین کریں۔ اور بدی سے منع کریں۔ اور آپ کو جو تکلیف پیش آئے۔ اس پر صبر کریں۔ یقیناً یہ بہت ہمت کے کام ہیں۔ (سورہ لقمان۔ آیت نمبر 17)

مشہور حدیث ہے۔ کہ! بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً ۔ میرا پیغام لوگوں تک پہنچاؤ۔ اگرچہ ایک آیت ہی ہو۔ (بخاری) حضرت نبی ﷺ نے فرمایا۔ کہ! اس پروردگار کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ یا تو تم لازماً ''اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ'' اور ''نَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ'' کروگے۔ اور یا (پھر) قریب ہے۔ کہ! اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے عذاب مسلط کرے گا۔ پھر (جب) تم اُس کو پکاروگے۔ مگر تمہاری دُعا قبول نہیں کی جائے گی۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ **شبیری**
کہ فقر، خانقاہی ہے فقط اندوہ **دلگیری**

☆ رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔ کہ تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے۔ تو اسے ہاتھ سے مٹا دے۔ اگر قدرت نہ رکھتا ہو۔ تو زبان سے منع کرے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے۔ تو دل سے برا سمجھے۔ یہ ایمان کا سب سے کمزور (تر) درجہ ہے۔ (صحیح مسلم شریف)

نہیں ڈر کچھ حوادث کا دل جرأت بداماں کو
یہ ساحل جذب کر لیتا ہے ہر اِک موجِ طوفاں کو

☆ صحیح مسلم شریف میں مذکور ہے۔ کہ! رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جس نے نیکی کی طرف رہنمائی کی اسے اس پر عمل کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔ (فرمانِ ربِ متعال ہے۔ کہ! وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ۔) اسی طرح بمطابق احادیثِ نبویہ ﷺ! ''فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ اُمت پر یہ ہے۔ کہ لوگ اپنی رائے سے قیاس کریں۔ پس حلال جانیں حرام کو۔ اور حرام کریں حلال کو۔

ہزاروں منزلیں ہوں گی، ہزاروں کارواں ہوں گے
بہاریں ہم کو ڈھونڈیں گی، نہ جانے ہم کہاں ہوں گے

داعی الی الدعوۃ الحق (تبلیغی یا تلقینی ماہر کے لئے لازمی اُمور اور اُس کے اوصاف)

(بمطابق کتاب نیکی کی دعوت کے اہم اصول) قوم کے خطیب اور مبلغ کے لئے مندرجہ ذیل اصولوں کا جاننا اور سمجھنا نہایت ضروری ہے۔

☆ مبلغ کو کامیاب کرنے والے محرکات یہ ہیں۔ خوش اخلاق اور شریعت کا پابند ہونا۔ (علم، اخلاق، تقوی، زہد کا حامل ہونا۔ فرائض وسنن پر کاربند رہنا) معلوماتِ عامہ (جیسے کہ قرآنی احکامات، فرائض وسنن کے متعلق احادیث کا جاننے والا، فقہی مسائل کی سدھ بدھ رکھنے والا، سیرتِ نبوی ﷺ اور صحابہ کرام کے متعلق معلومات رکھنے والا۔ عصرِ حاضر کے جدید مسائل کا جاننے والا) اچھے اور برے افعال کی پہچان۔ (حلال وحرام، مستحب ومسنون اور مکروح ومباح کا جاننے والا۔ سنت وبدعت کا جاننے والا) ذہن سازی کرنا۔ (واقعاتِ نبویہ ﷺ، قصص الانبیاءؑ اور صحابہ وصالحین کی سچی حکایات کا جاننے والا۔ عجائبات وسائنسی ایجادات کا جاننے والا۔) فکر انگیز بیانات (جنت کے حصول میں معاون امور کا بیان کرنا۔ دنیا میں رہنے کا ڈھنگ، سادگی کا اختیار کرنا، قبر وقیامت کے عذاب سے ڈرا کر بچانا۔) حاضر جوابی کا ماہر ہونا۔ ظرافت یعنی خوش طبع ہونا۔ کلام وبیان اور تقریر میں فصاحت وبلاغت۔

☆ مبلغ کے ظاہری آداب۔ سنت کے مطابق حلیہ ووضع لباس۔ خاموشی۔ وقار۔ سنجیدگی۔ تحمل۔ کشادہ ذہنی۔ بہادری۔ آواز۔ لہجے میں مٹھاس۔ عیب پوشی کرنا۔ خود اعتمادی۔ ☆ مبلغ کے باطنی آداب۔ صدقِ نیت۔ صدقِ خیالات۔ اخلاص۔ ورع۔ تقوی۔ تواضع۔ حلم۔ کشادہ قلبی۔ توکل۔ بلند ہمتی۔

☆ مبلغ کو ناکام کرنے والے محرکات یہ ہیں۔ دوسروں کو نصیحت مگر خود بے عمل۔ فطری عیوب میں مبتلا ہونا۔ بے ڈھنگی آواز۔ تنگیٔ صدر۔ عجلت پسندی۔ سست روی۔ موضوع سے عدم موافقت۔ کھنکارنا کھانسنا۔ غیر ضروری طوالتِ مضامین۔ منصب کا غیر ضروری استعمال۔

اُٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک
نہ زندگی، نہ محبت، نہ معرفت، نہ نگاہ

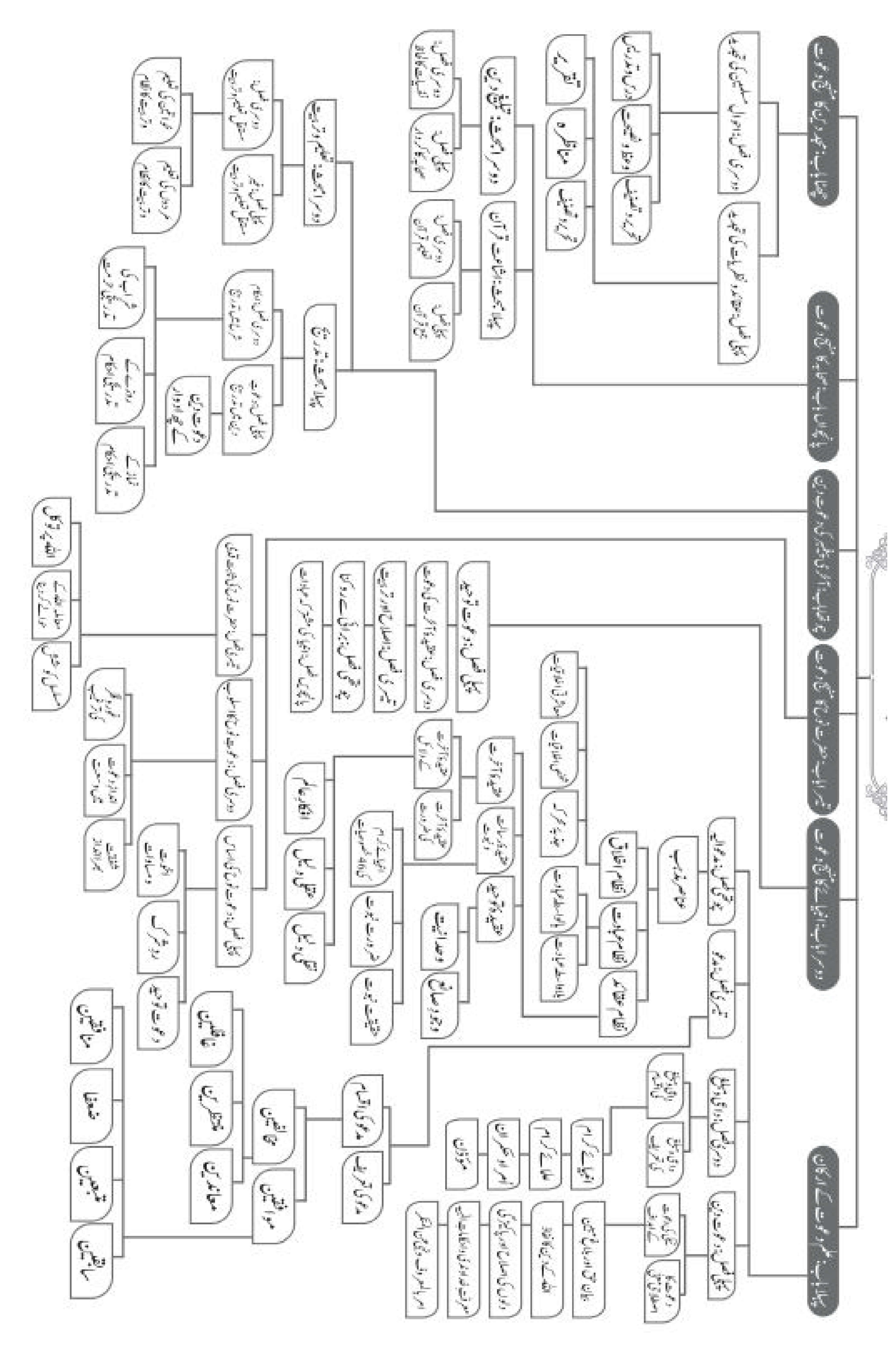

اللہ تعالیٰ کی عبادت کا فلسفہ : (واعبدوا اللہ ۔اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں)

واصتنعتک لنفسی ۔مَیں نے تمہیں (اے انسان فقط) اپنے لئے بنایا ہے۔(جب ربِ متعال ہی ہمارا خالق، صانع، مالک، پروردگار ہے۔تو اُس (ذات) کا ہم پر پورا پورا حق ہے۔کہ وہ جیسے چاہے۔ہمیں حکم دے۔اور ہم کامل پابند ہیں۔کہ! اُس رب کا کہنا من وعن مانیں) (پھر فرمایا) **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدو ن** ۔مَیں نے جنات اور انسانوں کو صِرف اس لئے پیدا کیا۔تا کہ وہ میری عبادت کریں۔(بمطابق قرآن) **وما امروا الا لیعبدو اللہ مخلصین لہ الدین حنفآء** ۔(ترجمہ) اور انہیں یہی حکم ہوا۔کہ ہر چیز سے کنارہ کش ہوکر (فقط) اللہ تعالیٰ کی بندگی کریں۔(سورہ البینہ) **یا یھا الناس اعبدو ربکم** ۔اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو۔ **اعبدو اللہ ما لکم من الہ غیرہ** ۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔(کیونکہ) اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔**وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون** ۔ اے نبیؐ! آپؐ سے قبل ہم نے جس بھی پیغمبر کو بھیجا۔اُس کو ہم نے یہی وحی کی۔کہ! میرے سوا کوئی معبود نہیں۔پس میری عبادت کرو۔**واعبد ربک حتی یأتیک الیقین** ۔اپنے رب کی عبادت کرتے رہو۔یہاں تک کہ یقین (یعنی موت) کا وقت آن پہنچے۔(اس آیت **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** ۔کا ایک مفہوم فضیلۃ الشیخ حضرۃ احمد دباغ صاحب نے کچھ اس طرح فرماتے ہیں۔کہ! اس آیت کا مفہوم ہے کہ! اے انسانو اور جنوں! تم کبھی بھی فِٹ یا فکس نہیں ہو سکتے (بالکل ایسی ہی، جیسے ایک کار میں ٹریکٹر کا اگر ایک ٹائر لگایا جائے۔جبکہ باقی تینوں ٹائرز کار کے ہوں۔تو کار کیسے چلے گی؟) پھر آیت کا اگلا حصہ **الا لیعبدون** ۔ جس کا مفہوم ہے۔کہ صرف تم عبادت ہی کر سکتے ہو۔(مگر یاد رہے۔کہ!) عبادت کا مطلب صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج نہیں بلکہ فرائض کے ساتھ ساتھ معاملات کو سنت کے عین مطابق کرنا۔یعنی عبادت کا مطلب محبت اور حضوری کے ساتھ اطاعتِ الٰہی ہے۔اور اپنے آپ کو اللہ کے حضور تسلیم و رضا کے ساتھ اخلاص کا لبادہ اوڑھ کر سپرد کر دینا۔

دامنِ دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں اور جمعیت ہوئی رخصت، تو ملت بھی گئی

اول الذکر قولِ باری تعالیٰ میں ذاتِ وحدہٗ لاشریک کا حضرت انسان و جنات کی تخلیق کی واحد غرض و غایت صرف اور صرف اپنی ہی عبادت کی تلقین ہے۔جبکہ بعدہٗ کے اقوال میں حضرت انسان سے صِرف ایک ہی مطالبہ ہے۔کہ! تم سب صرف میری ہی عبادت کرو۔(یاد رہے۔کہ) عبادت سے عدم توجہی پر اللہ تعالیٰ کی شدید سرزنش بھی ہے۔**ان الذین یستکبرون عن عبادتی سید خلون جھنم داخرین** ۔ بے شک! جو (بھی) لوگ عبادت سے منہ موڑتے ہیں۔وہ دوزخ میں ذلیل و خوار ہوکر داخل ہوں گے۔(اور اسی طرح سے) عبادت کرنے والوں کے لئے خوشخبریاں بھی ہیں۔جیسے کہ! **عینا یشرب بھا عباد اللہ** ۔ ایک چشمہ جس سے اللہ کے (عبادت گزار) بندے سیراب ہوں گے۔(یاد رہے۔کہ) اسی عبادتِ ربانی و اطاعت رحمانی ہی کی بدولت انسان اشرف المخلوقات کے خطاب سے متصف ہوکر جملہ مخلوقات میں سب سے اعلیٰ وارفع عہدے پر متمکن ہوا۔کیونکہ! بوجہ عبدیت، انسان شرف و مجد و عظمت و سعادت کی معراج کمال ہے۔اور اس سے آگے بلندی کا کوئی مقام باقی نہیں رہ جاتا۔لہٰذا یہ ثابت ہوا۔کہ! دینِ اسلام درحقیقت اپنے جملہ اجزاء کے ساتھ ''عبادت'' ہی میں سمٹا ہوا ہے۔

سجدوں کے عوض فردوس ملے، یہ بات مجھے منظور نہیں بے لوث عبادت کرتا ہوں، بندہ ہوں تیرا، مزدور نہیں

عبادت درحقیقت اطاعتِ خداوندی اور شریعت مطہرہ پر عاجزانہ سرفگندگی، خضوع، تذلل اور نہایت انسیت و محبت کے ساتھ عمل پیرا ہونے کا نام ہے۔یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی بندگی و اطاعت کرتے ہوئے اپنے آپ کو کامل طور پر اُسی ذاتِ حق کے حضور اظہارِ تذلل و سرفگندگی سے پیش (Surrender) کر دیں۔حضرت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اپنی کتاب ''**العبودیۃ**'' میں رقمطراز ہیں۔کہ! عبادت کا مفہوم صرف بندگی تک ہی محدود نہیں۔بلکہ عبادت کا مفہوم خضوع و تذلل کے ساتھ اس میں محبت کا عنصر بھی شامل ہے۔کیونکہ! **والذین امنوا اشد حبا للہ** ۔اور ایمان والے تو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔(سورہ بقرہ) اور اسی طرح سے عبادت کے لئے حبِ نبوی ﷺ کا ہونا بھی مسلمانوں پر عین فرض ہے۔جیسا کہ ربِ متعال کا فرمان ہے۔**قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم** ۔اے حبیب ﷺ! فرما دیں۔کہ! اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو۔تو میرے (یعنی شریعت محمدیؐ) فرمانبردار بن جاؤ۔تو اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت فرمائے گا۔اور تمھارے گناہ بھی بخش دے گا۔(آلِ عمران) اور عبادت، شریعت کی زبان میں اللہ تعالیٰ کے روبرو انتہائی تذلل اور کامل محبت (دونوں کے مجموعے) کا نام ہے۔لہٰذا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ حق ہماری ترجیح اول نہ بن جائے، اور جب تک کہ ہم خود کو کامل طور پر اُس ذاتِ باری تعالیٰ کے سامنے مجموعی طور پر پیش نہ ہوکر عاجزانہ طور پر نہ جھکیں، تو عبادت جیسے فریضے سے عہدہ برا نہیں ہو سکتے۔ اور ربِ متعال کی ذاتِ حق کو اپنانے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے۔کہ! اس جہاں میں اُسے ہر وقت ہر جگہ محسوس کرتے ہوئے اُسی سے ڈر و خوف (تقوٰی) کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے صِرف اُسی پر توکل کرتے ہوئے کامل یقین کے ساتھ اُسی سے ساری دینی و دنیاوی اُمیدیں جوڑ لیں۔یعنی ڈر بھی ہمہ وقت اور واحد اُمید بھی ہمہ وقت اُسی سے۔اور ہمیں ہر وقت خود سے یہی پوچھنا چاہیئے۔جو اللہ تعالیٰ کا حکم قطعی ہے۔**الیس اللہ بکاف عبدہ** ۔کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے۔

کیا انس و جن فقط عبادت ھی کے لئے تخلیق کئے گئے؟ : قرآن حکیم میں آیا ہے۔کہ! **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدو ن** ۔مَیں نے جنات اور انسانوں کو صِرف اس لئے پیدا کیا۔تا کہ وہ میری عبادت کریں۔(القرآن) بعض بزگوں نے ''**لیعبدو ن**'' کی تفسیر ''**لنعرفونی**'' کی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ ہماری عبادت کا محتاج ہے؟ جبکہ اُس ذاتِ مقدس نے ملائکہ و دیگر مخلوقات کو فقط اپنی ہی عبادت کے لئے مختص فرمایا ہوا ہے۔

خطبہء حجۃ الوداع: (خطبہ حجۃ الوداع کا جاننا، سمجھنا اور لوگوں تک اس خطبہ کا پہنچانا نہایت ضروری ہے)

چونکہ، یہ خطبہ احادیث کی کتب میں ٹکڑوں میں موجود ہے۔ لہذا یہاں پر اس خطبے کے چند نکات کو بیان کیا جاتا ہے۔ تاکہ! اللہ تعالیٰ ہمیں بھی سعادت ابدی، انعام واکرام سے نوازے۔ ان شاءاللہ۔ (آمین) بقول **پروفیسر نثار احمد** (درکتاب **خطبہ حجۃ الوداع . حقوقِ انسانی کا عالمی منشور**) یہ خطبہ (سمجھنے اور سمجھانے کے لئے) پانچ حصص پر مشتمل ہے۔ دیباچہ۔ اساسیات۔ اجتماعیات۔ دینیات۔ اختتامیہ۔

حصہء دیباچہ : ☆ آپ ﷺ نے فرمایا۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے، ہم اسی کی حمد وثناء کرتے ہیں۔ اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور اسی کے دامنِ عفو میں اپنے نفس کی شرارتوں اور بُرے اعمال سے پناہ چاہتے ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔ اور جس کو وہ (خدانخواستہ) گمراہ کردے۔ اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور گواہی دیتا ہوں۔ کہ محمد ﷺ اس (اللہ) کے بندے اور رسولؐ ہیں۔ امابعد! ☆ لوگو! میری بات اچھی طرح سن لو۔ کیا خبر! شاید اس برس کے بعد میری تمہاری ملاقات کبھی نہ ہوسکے۔ ☆ لوگو! خاموش ہوجاؤ۔ تم لوگ اس سال کے بعد شاید مجھے نہ دیکھ سکو گے۔ ☆ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میری بات اچھی طرح سے سُن لو۔ کیا خبر، شاید اس برس کے بعد اس جگہ میری تمہارے ساتھ ملاقات نہ ہوسکے۔ (پھر فرمایا) اے بندگانِ خدا! آج کے بعد واللہ مجھے نہیں معلوم، شاید مَیں تم سے اس مام پر پھر کبھی نہ مل سکوں گا۔ ☆ لوگو! حج کے مسئلے مسائل مجھ سے سیکھ لو۔ میں نہیں جانتا شاید اس کے بعد مجھے دوسرے حج کی نوبت نہ آئے۔ ☆ آپ ﷺ نے پوچھا۔ (**الا ھل بلغت**) خبردار! کیا مَیں نے (اللہ تعالیٰ کا پیغام، دین سمجھا کر آپ لوگوں تک) پہنچا دیا؟ تو گوں نے جواب دیا۔ ہاں۔ ☆ تب آپ ﷺ نے فرمایا۔ (**اللھم اشھد**) اے اللہ تعالیٰ تُو گواہ رہ۔ (اس کے بعد دوبارہ) آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم فرمایا۔ (**فلیبلغ الشاھد الغائب فرب مبلغ اوعی من سامع**) چاہیئے کہ! حاضر غائب (تک یہ پیغامِ توحید ورسالت) پہنچادے۔ کیونکہ! بعض اوقات پیغام حاصل کرنے والا، سننے والے سے زیادہ سمجھنے اور محفوظ کرنے والا ہوتا ہے۔ ☆ اللہ تعالیٰ اسے تروتازہ رکھے۔ جس نے میری باتیں سُنیں۔ اور انہیں دوسروں تک پہنچایا۔ (کیونکہ) بعض اوقات سننے والا (اس قدر) سمجھدار نہیں ہوتا۔ جس کو (پیغام) پہنچایا جائے۔ وہ زیادہ سمجھدار نکلتا ہے۔

حصہء اساسیات : ☆ لوگو! تمہارا رب ایک ہے۔ اور تمہارا باپ (حضرت آدمؑ بھی) ایک ہے۔ تم سب آدمؑ کی اولاد ہو۔ اور آدمؑ مٹی سے بنے ہوئے تھے۔ ☆ تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک (سب سے زیادہ) معزز وہ ہے۔ جو زیادہ تقویٰ شعار ہے۔ بے شک! اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔ ☆ دیکھو! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی کالے کو کسی سرخ (یعنی سفید وسرخ رنگت والے) پر اور کسی سرخ کو کسی کالے پر کوئی فضیلت، لحاظ اور امتیاز حاصل نہیں۔ مگر ہاں تقویٰ کے سبب۔ ☆ اللہ کے بندو! مَیں تمہیں تقویٰ شعاری (اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرنے) کی وصیت کرتا ہوں۔ اور تمہیں اس (رب متعال) کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں۔ ☆ جان لو! جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں تلے (روندی گئی) ہے۔ خبردار! جاہلیت کی ہر چیز (رسم رواج اور حرام امور) میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ ☆ سن لو! جاہلیت کا ہر خون (انتقام)، مال (مغصوبہ) اور آثارِ جاہلیت (خاندانی وموروثی مواخر) قیامت تک میرے قدموں تلے کالعدم ٹھہرائے جاتے ہیں۔ ☆ ہر قسم کا سُود آج سے ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔ البتہ تمہیں اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے۔ جس میں نہ اوروں کا نقصان ہے۔ اور نہ تمہارا نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات طے کردی ہے۔ کہ سود میں (اب کسی بھی طرح کی کوئی) گنجائش نہیں ہے۔ ☆ اور زمانہء جاہلیت کے جملہ سود اب باطل ہیں۔ ☆ اور زمانہء جاہلیت کے جملہ خون (انتقام یعنی خون کے بدلے خون) اب کالعدم ہیں۔ ☆ دیکھو! اب زمانہ گھوم پھر کر اُسی جگہ آگیا ہے۔ جہاں سے کائنات کی پیدائش کا دن شروع ہوا تھا۔ مہینوں کی گنتی (یعنی تعداد) اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ ہے۔ ان میں سے چار حرام (یعنی محترم) ہیں۔ کہ تین متواتر (ماہ بالترتیب **ذی قعد، ذی الحجہ اور مُحرم**) ہیں۔ جبکہ ایک الگ (ماہ یعنی رجب) ہے۔ جو کہ شہر مضر کہلاتا ہے۔ اور جو کہ جمادی الثانی اور شعبان کے بیث آتا ہے۔ اور مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ اور تیس دن کا بھی۔ ☆ بے شک! تمہارا خون، تمہارا مال، تمہاری عزت وآبرو اور تمہاری کھال بھی (ایک دوسرے لئے نہایت) معزز ومحترم ہے۔ ☆ میری بات سنو۔ زندگی پا جاؤ گے۔ (بشرطیکہ) خبردار ایک دوسرے پر ظلم مَت کرنا۔ دیکھو! ایک دوسرے پر ظلم (اور زیادتی قطعًا) مَت کرنا۔ اور خوب سمجھ لو کہ! ایک دوسرے پر باہم ظلم وستم (بالکل بھی) نہ کرنا۔

حصہء اجتماعیات : ☆ اللہ تعالیٰ کے بندو! میری بات سنو اور سمجھو۔ بلاشبہ! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اور تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ☆ خبردار! ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ومحترم ہے۔ ☆ اور ہر مومن دوسرے مومن پر حرام ومحترم ہے۔ جس طرح آج کے دن کی حرمت۔ ☆ مسلمان وہی ہے۔ جو اپنی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگوں کو محفوظ رکھے۔ ☆ اور مومن درحقیقت وہ ہے۔ جس سے دوسرے لوگوں کی جان ومال (یقینی طور پر) اَمن وعافیت میں رہے۔ ☆ اور مہاجر درحقیقت وہ ہے۔ جو اپنے گناہوں اور خطاؤں سے کنارہ کشی کرلے۔ ☆ اور مجاہد تو دراصل وہ ہے۔ جو اطاعتِ الٰہی کی خاطر اپنے نفس کا مقابلہ کرے۔ ☆ خبردار! اگر کسی کے پاس کوئی امانت رکھوائی جائے۔ تو وہ اس بات کا پابند ہے۔ کہ امانت رکھوانے والے کو امانت واپس لوٹادے۔ ☆ قرض واپس ادائیگی کا متقاضی ہے۔ ☆ اُدھار لی ہوئی چیز کو واپس کیا جانا چاہیئے۔ ☆ عطیہ لوٹایا جائے۔ ☆ ضامن، ضمانت کا ذمہ دار ہے۔ ☆ دیکھو! اَب ایک مجرم اپنے جرم کا خود ہی ذمہ دار ہوگا۔ ☆ جان

لو! اَب نہ باپ کے جرم کے عوض (بدلے) بیٹا پکڑا جائے گا۔ اور نہ بیٹے کا بدلہ باپ سے لیا جائے گا۔ ☆ عورتوں کی بابت اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ! تم نے انہیں اللہ تعالیٰ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے کلمات (احکاماتِ امر بالمعروف ونہی عن المنکر) کے تحت ان کے ستر تمہارے لئے حلال ہوئے۔ ☆ خبردار! تمہارے لئے عورتوں سے نیک سلوک کی وصیت ہے۔ کیونکہ! وہ تمہاری پابند ہیں۔ اور اس کے سوا تم کسی معاملے میں حق ملکیت نہیں رکھتے۔ ☆ لوگو! جس عورتوں کے کچھ حقوق تمہارے ذمہ ہیں۔ اسی طرح ان پر بھی تمہارے کچھ حقوق واجب ہیں۔

حصہء دینیات : (یعنی عقائد، عبادات، معاملات، معمولات، اخلاقیات) ☆ لوگو! بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے۔ کہ لوگوں سے لڑوں۔ یہاں تک کہ وہ **لا الہ الا اللہ** کے قائل ہو جائیں۔ اور جب وہ اس کلمہ کا اقرار کرلیں۔ تو گویا انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو بچا لیا۔ اور باقی حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ ☆ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ ☆ خوب سُن لو۔ اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ نمازِ پنجگانہ ادا کرو۔ امضان کے روزے رکھو۔ اپنے (رب کے) گھر کا حج کرو۔ اپنی زکوٰۃ خوشی خوشی دیا کرو۔ اپنے حکام کی اطاعت کرو۔ (پھر) اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ☆ اور نہ کسی کی ناحق جان لو (یعنی بے قصور کسی کو قتل مت کرو) ☆ اور نہ چوری کرو۔ ☆ لوگو! میرے بعد نہ کوئی پیغمبر (آنے والا) ہے۔ اور نہ ہی تمہارے بعد کوئی اُمت (آئے گی) ☆ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور لوگوں کو اُن کی چیزیں (ماپ اور ناپ تول میں) کم نہ دیا کرو۔ اور ملک میں فساد کرتے نہ پھرو۔ ☆ خبردار! دین میں غلو (یعنی مبالغہ آمیزی، لایعنی باتیں، انتہا پسندی، بدعت) سے بچو۔ اس لئے (کہ) جو تم سے پہلے (قومیں) تھیں۔ وہ دین میں غلو کی وجہ سے ہلاک کردی گئیں۔ ☆ دیکھو! شیطان اس بات سے تو بے شک بالکل مایوس ہو چکا ہے۔ کہ تمہاری اس سرزمین پر کبھی اس کی پرستش کی جائے گی۔ مگر چوکنا رہو۔ وہ اس بات پر بھی راضی ہوگا۔ کہ اس (پرستش) کے سوا چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کے اشاروں کی تعمیل کی جائے۔ پس اپنے دین و ایمان کی خاطر اس سے بچے رہنا۔ ☆ لوگو! اللہ تعالیٰ نے میراث میں ہر وارث کا حصہ مقرر فرما دیا ہے۔ لہذا وارث کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں۔ (چنانچہ) کسی کو ایک تہائی سے زائد (ترکہ، مال) کی وصیت کا حق حاصل نہیں۔ ☆ صدقہ دیا کرو۔ اس لئے (کہ) مَیں نہیں جانتا۔ مگر شاید تم آج کے بعد مجھے پھر نہ دیکھ سکو۔ ☆ لوگو! اللہ تعالیٰ کے نام پر قسمیں نہ کھایا کرو۔ کیونکہ جو (بھی شخص) اللہ تعالیٰ کے نام پر قسم کھائے گا۔ (تو) اللہ تعالیٰ اس کا جھوٹ ظاہر کردے گا۔ ☆ لوگو! علم میں سے جو کچھ حاصل کرسکتے ہو۔ لے لو۔ اس سے پہلے کہ وہ سمیٹ لیا جائے۔ اور قبل اس کے کہ علم کو اُٹھا لیا جائے۔ خبردار! علم کے اُٹھائے جانے کی ایک شکل یہ بھی ہے۔ کہ اس کے جاننے والے ختم ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔ ☆ دیکھو! تین باتیں ایسی ہیں۔ کہ جن میں (مومن کا) دل کینے کا شکار نہیں ہوتا۔ عمل میں اخلاص (یعنی عمل صرف اللہ کے لئے ہو)۔ حکام کی خیر خواہی (کیونکہ) عام مسلمانوں (کی جماعت) سے وابستگی میں۔ کیونکہ ان (مسلمانوں) کی دُعائیں انہیں گھیرے رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی بیماری پیدا نہیں کی۔ جس کی دوا بھی نہ اُتاری ہو سوائے بڑھاپے کے۔ ☆ لوگو! میری بات سمجھو۔ کیونکہ! مَیں نے سب کچھ تم تک پہنچا دیا ہے۔ ☆ میں نے تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑ دی ہے۔ کہ تم کبھی بھی گمراہ نہ ہوگے۔ اگر اسے مضبوطی سے تھامے رہو۔ اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب۔ (اسی طرح ایک اور حدیث میں آیا ہے۔ کہ) اور میں نے تمہارے درمیان ایسی (دوعظیم) چیزیں چھوڑی ہیں۔ اگر (تم لوگ) اس کو تھامے رہو۔ تو پھر کبھی بھی گمراہ نہ ہوگے۔ (ایک) اللہ تعالیٰ کی صاف اور روشن کتاب (جبکہ دوسری چیز، اللہ تعالیٰ کے حبیب اور) اس کے نبیؐ کی سنت۔ ☆ لوگو! سنو اور اطاعت کرو۔ اگر چہ تمہارے اوپر کوئی ناک کٹا ایک حبشی غلام بطور امیر (وحاکم) مقرر کیا جائے۔ جو تمہارے درمیان کتاب اللہ (کے حق و سچ احکامات کو) قائم کرے۔ ☆ جان لو! میرے علاوہ ہر نبیؑ کی دعوت (یعنی تبلیغ دین و نفاذِ شریعت) گذر چکی ہے۔ مَیں نے اس (دعوت) کو اپنے پروردگار کے پاس قیامت تک کے لئے ذخیرہ کردیا ہے۔ (یعنی اَب صِرف اور صِرف شریعتِ محمدی تا قیامت باقی رہے گی) ☆ امابعد! انبیاءؑ (بروزِ قیامت اپنی اپنی امتوں کی) کثرتِ تعداد پر فخر کریں گے۔ پس تم مجھے اپنی بداعمالیوں کے سبب رُسوا مت کردینا۔ مَیں حوضِ کوثر پر (تمہارا منتظر) ہوں گا۔ ☆ خبردار! میں حوضِ کوثر پر تم سے پہلے پہنچوں گا۔ اور دوسری امتوں پر تمہاری کثرت کے سبب فخر کروں گا۔ تو کہیں (تم) میری رُسوائی کا سب (باعث) مَت بننا۔ ☆ سنو! مَیں بعض لوگوں کو (تو اپنی شفاعت یعنی سفارش) سے چھڑوا لوں گا۔ مگر بعض لوگ مجھ سے چھڑا لئے جائیں گے۔ پھر میں اپنے رب کو عرض گذار ہوں گا۔ اے میرے رب! یہ تو میرے اصحاب (اُمتی) ہیں۔ (تو) اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کہ آپ ﷺ نہیں جانتے۔ کہ ان لوگوں نے آپ ﷺ کے بعد کیا کیا بدعتیں کرڈالیں۔ ☆ خبردار! میرے بعد کہیں کافر نہ ہو جانا۔ کہ آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگ جانا۔ ☆ اور ہاں سنو! (جب) تم اپنے رب سے ملوگے۔ تو اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں (ضرور) باز پرس کرے گا۔ ☆ دیکھو! اب تم نے مجھے (جی بھر کے) دیکھ بھی لیا ہے۔ اور مجھ سے ان تمام باتوں کو سن بھی لیا ہے۔ تم سے عنقریب میرے بارے میں پوچھا بھی جائے گا۔ پس جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا۔ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے (گا) ☆ دیکھو! جو یہاں موجود ہے۔ وہ غیر حاضر تک میری باتیں پہنچا دے۔ ☆ سن لو! تم میں جو یہاں قریب ہیں۔ اپنے دور والوں تک یہ باتیں پہنچا دیں۔

غریبم بے نوایم خاکسارم یا رسول اللہ   زِ رحمت یک نظر بر حالِ زارم یا رسول اللہ

حصہء اختتامیہ : ☆ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔اے اللہ جل شانہ'! میں نے (آپ کا پیغام بھرپور طور سے) پہنچا دیا یا نہیں؟ (پھر آپ ﷺ نے یہی بات لوگوں سے بیان کی ۔کہ) کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام تم تک اچھی طرح سے نہیں پہنچا دیا؟ سنو! کیا میں نے حق تبلیغ ادا نہیں کیا؟ دیکھو! کیا میں نے تعلیم وتلقین دین کی انتہا کردی؟ (تو سب حاضرین ، سامعین اور مجمع والوں نے بیک وقت یک زباں ہوکر اقرار واعتراف کے ساتھ) سب نے اثبات میں جواب دیا۔ بے شک ۔ بے شک ۔ (تب حضرت رسولِ مکرم ﷺ نے) فرمایا۔ اے اللہ جل شانہ' ! گواہ رہنا۔ (پھر آپ ﷺ نے فرمایا) اے اللہ جل شانہ' ! گواہ رہنا۔ (پھر آپ ﷺ نے فرمایا) اے اللہ جل شانہ' ! گواہ رہنا۔ (پھر آپ ﷺ نے فرمایا) اور تم لوگوں سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا ۔تو تم لوگ کیا کہوگے؟ تو سب نے (جواباً) کہا۔ ہم گواہی دیتے ہیں ۔کہ! بے شک آپ ﷺ نے امانتِ الٰہی ہم تک پہنچا دی ہے ۔اور حقِ رسالت ادا کردیا ہے ۔اور (ہم سب امتیوں کو) نصیحت کرنے کی انتہا کردی ہے۔ (اس کے بعد حضرت رسولِ مکرم ﷺ نے اپنی انگشتِ شہادت آسمان کی طرف بلند کیا۔ اور پھر اسے لوگوں کی طرف جھکا کر) فرمایا۔ اے اللہ جل شانہ' گواہ رہنا۔ اے اللہ جل شانہ' گواہ رہنا۔ اے اللہ جل شانہ' گواہ رہنا۔

دیکھتا دیدار ہوں میں ہر دوام ورد ہے دیدار میرا صبح و شام
مصطفےٰ ﷺ پر جو یقیں رکھتا نہیں کاذب و مردودِ حق ہے وہ لعیں

عملِ پر اِستقامت کے متعلق سات احادیثِ مبارکہ :

حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہیں ۔کہ آپ ﷺ کا عمل دائمی تھا۔ اور جب بھی آپ ﷺ کوئی عمل کرتے ۔تو بڑی عُمدگی سے ادا کرتے ۔ (سُنن ابی داؤد) ☆ جس قدر اعمال کی تم طاقت رکھتے ہو۔ اسی قدر بجالاؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ (تو اپنا) فضل فرماتا رہتا ہے۔ جب تک کہ تُم نہ اُکتا جاؤ۔ ☆ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ومحبوب وہ عمل ہے ۔جو پابندی سے کیا جائے ۔اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو (صحیح ابن خُزیمہ) ☆ اللہ تعالیٰ جس کو عبادت کا عادی بنادے ۔ اور پھر وہ شخص سُستی کی بِنا پر اسے ترک کردے ۔تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوجاتا ہے ۔☆ ہر وہ دن جس میں مَیں کوئی زائد عمل نہ کرپاؤں ۔تو اس دن کی صبح میرے لئے کوئی برکت نہ ہو۔ ☆ جس کے دو دن ایک جیسے ہوں ۔وہ خسارے ونُقصان میں ہے ۔اور جس کا آج گزرے ہوئے کل سے بُرا ہو۔ تو وہ محروم ہے۔ اور جس کے آج میں گذشتہ کل سے کسی عمل کی زیادتی نہ ہو۔ وہ بھی نُقصان میں ہے ۔☆ جو اپنے نفس کا نقصان تلاش نہیں کرتا ۔وہ نقصان میں ہے۔ اور جو نقصان میں ہو۔ اس کے لئے موت بہتر ہے ۔اور میری عمر کی قسم ، بیشک مومن شکر کرنے والا ہوتا ہے ۔اور شکر کرنے والا مزید (فضل وکرم) کے حصول پر رہتا ہے ۔

سونے و چاندی سے زیادہ خوبصورت باتیں : (حضرت عبداللہ ابنِ عباس رض کی پانچ وصایا)

☆ لایعنی معاملہ میں ہرگز گُفتگو مت کرنا ۔کہ یہی سلامتی کے زیادہ قریب ہے ۔☆ اور خطا ولغزش سے بے خوف مت ہونا۔ ☆ اپنی ضرورت کے معاملے میں بھی موقع محل دیکھے بغیر ہرگز گفتگو مت کرنا کہ بسا اوقات اپنے فائدے کے معاملے میں موقع محل کا خیال کئے بغیر گفتگو کرنے والا بھی شرمسار ہوجاتا ہے ۔ ☆ کسی بردبار سے بحث ومباحثہ مت کرنا نہ کسی بیوقوف سے کہ بُردبار شخص تجھے خُوب ٹرپائے گا ۔اور بیوقوف اذیت پہنچائے گا۔ ☆ جب تیرا کوئی بھائی تیرے پاس موجود نہ ہو۔ تو اس کی عدم موجودگی میں اس کا ایسا تذکرہ کرنا جیسا تو پسند کرتا ہے ۔کہ وہ تیری عدم موجودگی میں تیرا تذکرہ کرے ۔ اور اس کی ہر وہ خطا و لغزش معاف فرمادینا۔ جس پر تم اپنے لئے اس کی جانب سے مُعافی کو پسند کرتے ہو۔ ☆ ایسے شخص جیسے اعمال بجالانا جو جانتا ہے۔ کہ اسے احسان کا انعام ملے گا۔ اور بُرائی کی سزا۔ (شعب الایمان ۔ از حضرت مجاہد رض)

نہ کر بے نقاب کسی کے عیبوں کو کہ عیب تیرے بھی نہیں پنہاں خدا سے

چار اہم ترین نصائح : حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہیں ۔کہ میں کوہ لبنان میں کئی اولیائے کرام رض کی صحبتِ بابرکت میں رہا۔ اِن میں سے ہر ایک نے مجھے یہی نصیحت کی ۔کہ میں جب بھی لوگوں میں جاؤں ۔تو ان چار باتوں کی لوگوں کو نصیحت کروں ۔ (جو کہ مندجہ ذیل ہیں)

☆ جو پیٹ بھر کر کھانا کھائے گا۔ اُسے عبادت کی لذت نصیب نہیں ہوگی۔ ☆ جو زیادہ سوئے گا۔ اُس کی عُمر میں برکت نہیں ہوگی۔ ☆ غیبت اور فضول گوئی زیادہ کرے گا۔ وہ دین اسلام پر نہیں مرے گا۔ ☆ جو صرف لوگوں کی خوشنودی چاہے ۔وہ رضائے الٰہی سے مایوس ہوجائے گا۔

مجھے گرتے ہوئے پتوں نے سکھایا ہے بوجھ بنو گے ، تو اپنے ہی گرا دیں گے

حضرت سیدنا صدیق اکبر رض کی سب سے زیادہ محبوب ترین چیزیں :

حضرت صدیقِ اکبر رض نے ایک مرتبہ آنحضور نبی مکرم ﷺ سے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ ! مجھے دنیا میں فقط تین چیزیں محبوب ہیں۔ اِن سے بڑھ کر میری نگاہ میں کوئی چیز نہیں ہے ۔ ☆ ہر وقت آپ ﷺ کی جانب دیکھنا۔ ☆ آپ ﷺ کے روبرو بیٹھنا۔ ☆ آپ ﷺ پر خرچ کرنا۔

یاد رہے ۔کہ! اگر عشقِ نبوی ﷺ سچا اور خالص ہو۔ تو دین ودنیا میں نہایت خیروبرکت ہوجاتی ہے ۔اور جملہ امور منجانب الٰہی حل ہوتے چلے جاتے ہیں۔

آسمان و زمین کی تخلیق سے پہلے سات فرشتے رکھے گئے :

صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں حضرت معاذ بن جبل ؓ نے آنحضور نبی مکرم ﷺ سے ایک مروی حدیث، جس کو حضرت امام محمد غزالی ؒ نے کتاب ''کیمیائے سعادت'' اور امام عبدالوہاب الشعرانی ؒ نے ''لواقح الانوار القدسیہ فی بیان العھو دالمحمدیہ'' میں وضاحت وشرح کے ساتھ بیان کیا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کرنے سے قبل سات ملائکہ (فرشتے) پیدا فرمائے۔ بعدہٗ (سات) آسمان بنا کر اِن میں سے ہر آسمان میں ایک ایک فرشتے کو دربان مقرر کیا۔ چنانچہ بندے کی حفاظت کرنے والے فرشتے (ملائکہ) صبح سے لے کر شام تک اوپر جاتے ہیں۔ جن کے انوارات شمس کی مانند ہوتے ہیں۔ اور وہ اسے (یعنی لوگوں کی عبادات و اعمالِ صالحہ کو) لے کر پہلے آسمان پر (جونہی) پہنچتے ہیں۔ تو اس (شخص کے اعمال) کی کثیر خوبیوں کو شمار کرتے ہیں۔ سماوی ملائک، ارضی ملائک سے کہتا ہے۔ کہ! یہ اعمال اس (شخص) کے منہ پر دے مارو۔ مجھے (اس شخص کی) مخفی باتوں کا علم ہے۔ اور ربِ متعال نے مجھے حکم دے رکھا ہے۔ لوگوں کی چغلی (غیبت اور بدگوئی) کرنے والوں کا کوئی عمل (عبادات و اعمالِ صالحہ) مجھ سے آگے (آسمانوں سے گذر کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) نہ جاسکے۔

☆ پھر فرمایا۔ کہ! وہی فرشتہ بندے کے نیک عمل لے کر دوسرے آسمان پر پہنچتے ہیں۔ تو وہاں پر مقرر فرشتہ کہے گا۔ کہ یہیں ٹھہر جاؤ۔ اور یہ عمل کرنے والے کے منہ پر دے مارو۔ کیونکہ اس (نیک عمل یا عبادت کرنے) سے اس شخص کا ارادہ ''دُنیا کمانا'' تھا۔ اور وہ لوگوں میں بیٹھ کر فخر کرتا تھا۔

☆ پھر فرمایا۔ کہ! وہی فرشتہ بندے کے صدقات، روزے، قیام اللیل اور تہجد لے کر تیسرے آسمان پر پہنچے گا۔ تو وہاں پر مقرر فرشتہ کہے گا۔ (کہ یہیں پر) ٹھہر جاؤ۔ اور انہیں (ان نیک اعمال کے کرنے والے شخص کے) منہ پر دے مارو۔ چونکہ مَیں اہلِ تکبر پر مقرر فرشتہ ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ اپنے علم وعمل میں تکبر کرنے والوں کا کوئی عمل (عبادت یا اعمالِ صالحہ کو) اپنے سے آگے (چوتھے اور باقی آسمان سے پار ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک) نہ گذرنے دوں۔

☆ پھر فرمایا۔ کہ! وہ فرشتہ بندے کے نیک عمل لے کر چوتھے آسمان پر پہنچتے ہیں۔ تو وہاں پر مقرر فرشتہ کہے گا۔ یہ عمل اسی کے منہ پر دے مارو۔ (چونکہ) مَیں غرور و نخوت پر مقرر ہوں۔ اس بندے کا یہ عمل غرور کے بناء نہ تھا۔ (پھر وہ فرشتہ کہتا ہے۔ کہ!) مَیں اس کے عمل کو آگے نہیں جانے دوں گا۔

☆ پھر فرمایا۔ کہ! وہ فرشتہ بندے کے نماز، زکوٰۃ اور حج لے کر پانچویں آسمان پر پہنچے گا۔ تو وہاں پر مقرر فرشتہ کہے گا۔ ٹھہر جاؤ۔ یہ عمل اسی کے منہ پر دے مارو۔ جس نے کئے تھے۔ مَیں حسد پر مقرر ہوں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دے رکھا ہے۔ حاسدین کا کوئی عمل (عبادات و اعمالِ صالحہ) کو آگے نہ جانے دوں۔

☆ پھر فرمایا۔ کہ! وہ فرشتہ بندے کے نیک عمل لے کر چھٹے آسمان پر پہنچیں گے۔ اور وہ یوں ہوگا۔ جیسے دولہا کے لئے دلہن سجائی ہوئی ہوتی ہے۔ وہاں پر مقرر فرشتہ روکتے ہوئے کہے گا۔ کہ ٹھہرو۔ اور یہ عمل اس کے منہ پر دے مارو۔ جس نے کئے ہیں۔ میں بڑائی پر مقرر فرشتہ ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دے رکھا ہے۔ کہ! اپنے عمل (عبادات اور اعمالِ صالحہ) میں بڑائی دکھانے والے کسی بھی شخص کا کوئی عمل اپنے سے آگے نہ گذرنے دوں۔

☆ پھر فرمایا۔ کہ! وہ فرشتہ بندے کے نیک عمل لے کر ساتویں آسمان کو جائیں گے۔ اس میں شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی سی آواز سنائی دے گی۔ اور سورج کی سی جیسی روشنی نظر آرہی ہوگی۔ وہاں پر مقرر فرشتہ کہے گا۔ کہ یہیں ٹھہر جاؤ۔ اور یہ عمل اسی کے منہ پر دے مارو۔ جس نے کئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دے رکھا ہے۔ جو کام میری رضا کے بغیر کیا گیا ہے۔ اُسے اپنے سے آگے نہ گذرنے دوں۔

اس پر ساتھ چلنے والے تین ہزار فرشتے کہیں گے۔ کہ اے پروردگار! ہم تو اس شخص کے بارے میں بہتری ہی دیکھ رہے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ تم تو صِرف میرے بندے کے عمل پر نظر رکھے ہوئے ہو۔ جبکہ مَیں تو ان کے قلوب پر بھی باخبر ہوں۔ اس (شخص) نے یہ عمل کرتے ہوئے یہ ارادہ کر رکھا تھا۔ کہ میں امیر اور اونچا دکھائی دوں۔ علماء کے پاس میرا ذِکر ہوتا رہے۔ اور شہروں میں میرے ڈنکتے بجتے رہیں۔

پھر فرمایا۔ وہ فرشتے بندے کے عمل لے کر ساتوں آسمانوں کے اوپر جائیں گے۔ دربان فرشتے بھی ساتھ ہوں گے۔ اور پھر اس بندے کو لے کر اللہ تعالیٰ کے سامنے جا کر ٹھہریں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کہ! اس بندے نے اپنا یہ عمل کرتے ہوئے میرے علاوہ کسی اور کو خوش کرنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ لہٰذا اس پر میری طرف سے لعنت ہو۔ یہ سن کر سب فرشتے بھی اس پر لعنت کریں گے۔

☆☆☆ رِیا کے ضمن میں حضرت امام غزالی ؒ اپنی اسی کتاب یعنی کیمیائے سعادت میں رقمطراز ہیں۔ کہ! حضرت علی المرتضیٰ ؓ کا فرمانِ عالیشان ہے۔ کہ! رِیا کار کی تین علامات (یعنی نشانیاں) ہیں۔ ایک تو یہ کہ (ریاکار عابد وصالح) خلوت میں کاہل رہتا ہے۔ دوسرا یہ کہ لوگوں کے روبرو (عبادات و اعمالِ صالحہ میں) چست و چالاک ہو جاتا ہے۔ تیسرا یہ کہ جب اس (عابد وصالح) کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔ تو بڑھ چڑھ کر عبادت کرتا ہے۔ جبکہ چوتھی یہ کہ جب اسے ملامت کیا جائے یا اس کی سرزنش ہو۔ تو اپنے عمل (صالح وعبادت) کو کم کر دیتا ہے۔

پھلاں دا توں عطر بنا — عطراں دا فر کڈھ دریا
دریا وچ فر رج کے نہا — مچھلیاں وانگوں تاریاں لا
فر وی تیری بو نئیں مکنی — پہلے اپنی ''مَیں'' مکا

اَسباب و وجوہات ابتلائے مصائب یا مشکلات وآفات : (فقیرحقیر البلوشی کی رائے میں)

کسی بھی مصیبت، مشکل یا آفت کے پیش ہونے میں مندر جہ ذیل تین وجوہات ہی ہوسکتی ہیں۔شامت اعمال (خطائے نفسی)۔گناہ کرنا۔قضائے الٰہی (تقدیر)
1۔شامتِ اعمال یا خطائے نفسی : اپنی ہی کسی غلطی یا عجلت یا عیاشی یا حصولِ آسائش وسہولت کی وجہ سے بندہ مصائب میں پھنستا ہے۔اور ہر خطا وغلطی میں بندہ کا اپنا حصہ تقریباً **98%** (کم وبیش) ہوتا ہے۔فرمانِ الٰہی۔**و ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت** ۔تمھیں جوبھی مصیبت پہنچتی ہے۔وہ تمھاری اپنی کمائی کی وجہ سے ہے۔**ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک** ۔(اے آدم زاد!) تجھے جوفائدہ پہنچے۔وہ منجانب اللہ ہے۔اور جونقصان پہنچے۔وہ تیری (شامتِ اعمال ہی کی) وجہ سے ہے۔جبکہ دوفیصد حصہ تقدیر کے لکھا کا ہوا کرتا ہے۔کہ جس کی وجہ سے وہ مصیبت وغیرہ میں دھنستا چلا جاتا ہے۔بمطابق قرآن۔ **ان اللہ لا یظلم الناس شیئا ولکن الناس انفسھم یظلمون** ۔یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پرظلم نہیں کرتا۔مگرہاں۔لوگ خود اپنی ہی جانوں پرظلم کرتے ہیں۔ **ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ** ۔یقیناً! اللہ تعالیٰ ایک ذرہ کے برابر بھی کسی پرظلم نہیں کرتا۔ **2۔گناھوں کا ارتکاب** : بعض اوقات کوئی بندہ ءکفرکرنے یا بکنے یا بڑے بول بولنے یا غرور وتکبر یا ریا کاری یا پھرکسی بھی صغیرہ وکبیرہ گناہ کرنے یا کسی کی دل آزاری کرنے یا بددُعا یا آہ لینے کی وجہ سے مشکلات کا شکار ہوجاتا ہے۔اس میں بندہ کے گناہوں کا حصہ شاید فقط **5%** ہوسکتا ہے۔کیونکہ! اللہ تعالیٰ اپنی شانِ رحیمی وکریمی کی وجہ سے پکڑنہیں کرتا۔بلکہ وہ تواپنے بندوں کوبخشنے میں بہت خوش ہوتا ہے۔ **3۔ قضائے الٰھی یعنی تقدیر کا لکھا** : بہت ہی کم ایسا ہوتا ہے۔کہ! قضائے الٰہی کی وجہ سے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اس میں بندہ کا حصہ **1%** ہوسکتا ہے۔جبکہ قضائے الٰہیہ **99 %** ہوتا ہے۔جیسے سیلاب یا زلزلہ یا آسمانی بجلی کا گرنا یا مکان وعمارت کی چھت کا اچانک گرجانا۔(یہ سب میرے ذاتی خیالات پرمبنی مفروضہ جات ہیں۔قارئین میرے ان مفروضوں سے نااتفاقی کرسکتے ہیں) بہرحال! کچھ آیات پیشِ خدمت ہیں۔ ☆ **و نبلو کم بالشر و الخیر فتنۃ** ۔اور ہم تمھارا امتحان برائیوں اوراچھائیوں کے ذریعے سے لیں گے۔(سورہ انبیاء۔35) ☆ **احسب الناس ان تترکوا ان یقولوا امنا لا یفتنون** ۔لوگوں کا گمان ہے۔کہ! ہم ایمان لائے۔(تو منجانب الٰہی) انہیں یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا۔اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا۔(سورہ عنکبوت۔2) لہذا آزمائش و امتحان سب کے لئے ہے۔بلکہ انبیاءؑ کوبھی آزمایا گیا۔**و اذ ابتلی ابراھیم ربہ** ۔اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کا امتحان لیا۔

چونکہ! دل پراولین شیاطین، حرص وہوس اورغلیظ نفس کی حکومت ہوا کرتی ہے۔اور جوارح انہیں کے تابع فرمان رہتے ہوئے طرح طرح کے گناہوں، اباطیل و ترہات میں مبتلا ہیں۔پس ابتلاء وآزمائش سے دل پرسے ان کی حکومت وولایت ختم ہوتی چلی جاتی ہے۔جوارح بھی گناہوں سے رُک جاتے ہیں۔اور بادشاہِ حقیقی کا گھر یعنی دل خالی ہوجاتا ہے۔اوراس کے گھر کا صحن یعنی سینہ ءقلب ہرقسم کی غلاظت وپاک ومصفیٰ ہوجاتا ہے۔ اور جب دل صاف ہوتا ہے۔تو یہ قلب توحیدِ الٰہی، عشقِ الٰہی اور علم ومعرفت بن جاتا ہے۔اورسینہ کے صاف ہونے کی وجہ سے غیبی عجائبات اورموارداسے گھیرے میں لے لیتے ہیں۔اور یہ سب ابتلاء ومصیبت کا نتیجہ وثمر ہے۔

(بقول البلوشی)! اللہ تعالیٰ کے جملہ فیصلے بہت اچھے، پُرحکمت، اور مصلحت آمیز ہوا کرتے ہیں۔مگراکثر اوقات انسان مصائب ومشکلات، اپنی کم فہمی اور عدمِ دانائی وحکمت، اورمعرفتِ خداونی کے نہ ہونے کی وجہ سے ان کے ادراک سے یکسر قاصرو نابلد ہوتا ہے۔لہذا چاہیئے۔کہ! فرائض کی ادائیگی، اخلاقِ حسنہ کے ساتھ، خاموش اللسان رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ پرتوکل کرتے ہوئے اس کی ہررضا میں راضی رہے۔ہرمصیبت ومشکل میں صبر وتحمل، حلم وحکمت کے ساتھ اطاعتِ الٰہی میں دائمًا مشغول ومگن رہے۔اوامرکوادا کرے۔نواہی سے اجتناب برتے۔تقدیر سے قطعًا لڑنے کی کوشش نہ کرے۔اوراسی طرزِ حیات سے واصل باللہ ہوجائے۔ہروقت، ہرجگہ بلکہ ہرموقع پراللہ تعالیٰ سے اس کا فضل وکرم اور رحمت کا خواہاں رہے۔ان شاءاللہ کامیاب ہوگا۔

ایک حدیث میں آیا ہے۔کہ! حقوق اللہ کی حفاظت ونگہداشت کر۔اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے گا۔اوراللہ تعالیٰ کو(ہروقت، ہرجگہ، ہرموقع پر) حاضر وناظر یقین جانو۔توتُو اسے اپنے سامنے پائے گا۔جب بھی سوال کرنا مقصود ہوتو صرف اسی سے ہی سوال کر۔جب احتیاج وضرورت ہوتو صرف اسی سے مانگ۔(ہمیشہ ذہن میں رکھو۔کہ) جوبھی کچھ ہونا تھا۔اسے قلم لکھ کرخشک ہوچکی ہے۔(اَب) اگر جملہ بنی آدم (تمام دنیا کے انسان) کوشش کریں۔کہ! تجھے وہ کچھ دے دیں۔جوکہ تیرے مقدر میں نہیں۔تو ان کی جملہ کوششیں یکسر رائیگاں جائیں گیں۔اوراگروہ (یعنی دنیا کے تمام انسان) تجھے کچھ نقصان پہنچانا چاہیں۔جوتیری قسمت میں لکھا ہی نہیں گیا۔تووہ (سب کے سب اپنی تمام ترقوتوں کے ساتھ) درماندہ ہوجائیں گے۔اگر (تُو) یقین میں اللہ تعالیٰ سے سچائی بَرت سکتا ہے۔تو (اپنے ہی فائدے کے حصول کے لئے لازمی طور پر) سچائی برت۔اگرتجھ میں (سچائی برتنے کی) استطاعت نہیں۔تو پھرکسی ایسی چیز پرصبرکر۔جوتجھے ناپسند ہے۔بہت بہتر ہے۔جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی مددصبر کے ساتھ ہے۔جبکہ کشائش ونجات مصیبت کے ساتھ ہے۔اورتنگی کے بعدفراخی ہے۔(کیونکہ! **فان مع العسر یسرا** ۔ہرتنگی کے ساتھ آسانی ہے) مسندِ احمد بن حنبل

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنی کتاب "آداب السلوک والتواصل الی المنازل الملوک" میں فرماتے ہیں۔کہ! جب بھی کسی انسان پرکوئی مصیبت آتی ہے۔تووہ اس مصیبت سے نکلنے کے لئے پہلے خودکوشش کرتا ہے۔(اگراپنی مدد آپ کے تحت اس مصیبت سے جان نہ چھڑا سکا۔تو) پھردوسروں (عزیز واقارب، دوست واحباب، امراء وسلاطین وحکمران وغیرہا) سے معاونت کا خواستگار ہوتا ہے۔(اگر دوسروں کی مدد سے بھی اس مصیبت سے جان نہ چھڑاسکا۔تو پھروہ خود سے اوردیگرلوگوں سے مایوس ہوکرسب سے) آخرمیں رب متعال کے حضورعاجزی وانکساری سے ملتمس ہوتا ہے۔اوراللہ کریم کی بارگاہ میں سرِ نیاز جھکا دیتا ہے۔اور جب

وہ اللہ تعالیٰ سے بھی دُعائیں کرکر کے تھک جاتا ہے۔ اور اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ انسان جملہ اسباب سے تعلق توڑ دیتا ہے۔ تو ایسے بندے میں اللہ تعالیٰ اپنا حکم جاری فرما دیتا ہے۔ جب خالق اس شخص میں اپنا حکم صادر فرما دیتا ہے۔ تو بندہ روحِ محض بن جاتا ہے۔ (یعنی اس شخص میں بشریت دَم توڑ دیتی ہے۔ اور روحانیت کارفرما ہوتی ہے) پھر وہ مصیبت زدہ ہر جہت اللہ کریم کے فعل کو ملاحظہ کرتا ہے۔ پس وہ صاحبِ یقین اور موحد بن جاتا ہے۔ اور اسے اس بات کا کامل ادراک حاصل ہو جاتا ہے۔ کہ! حقیقی فاعل تو اللہ عزوجل ہی ہے۔ اس کے سوا نہ تو کوئی حرکت دینے والا ہے۔ اور نہ ہی حرکت روکنے والا ہے۔ پھر وہ اپنے آپ کو تقدیر میں دے دیتا ہے۔ جس طرح کہ ایک شیر خوار بچہ دایہ کے ہاتھ میں یا ایک میت غسال کے ہاتھ میں یا پھر ایک گیند کسی کھلاڑی کے ہاتھ میں۔ کہ جسے یہ لوگ جیسے بھی اِدھر اُدھر پلٹیں، دائیں بائیں کریں، اوپر نیچے گھمائیں۔۔۔ یعنی شیر خوار بچہ، یا میت یا گیند کی اپنی کوئی مرضی نہیں چل سکتی۔ بعینہ اسی طرح سے وہ مصیبت گرفتہ شخص بھی خود پر یہی کیفیت وحالت اپنا لیتا ہے۔ اور وہ خود کو کلیۃً اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے۔ اور اپنے آپ سے غائب اور بعید ہو جاتا ہے۔ پھر نہ تو وہ کوئی حرکت کرتا ہے اور نہ ہی دیکھتا سنتا یا سمجھتا ہے۔ (کیونکہ وہ راضی برضا ہو جاتا ہے) پھر جب وہ کچھ کرتا ہے۔ تو وہ اللہ کے فعل سے کرتا ہے۔ جب دیکھتا ہے تو نورِ فراست سے دیکھتا ہے۔ جب سنتا ہے تو محض اللہ تعالیٰ کے کہے کو ہی سنتا ہے۔ اور وہ القاء و الہام کے بغیر کچھ نہیں سمجھتا۔ اس طرح ایسے شخص کو قربِ الٰہی اور معیتِ الٰہی حاصل ہوتے ہیں۔ اسی ذاتِ حق پر بھروسہ، یقین اور توکل کرتا ہے۔ اور وہ اسی کے نورِ ذاتی سے معرفت و ہدایت حاصل کرتا ہے۔ اور اسی کے عطا کردہ علومِ لدنی سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ! بندہ ءمؤمن بقدرِ ایمان و یقین آزمایا جاتا ہے۔ جس قدر ایمان راسخ اور یقین کامل ہوگا۔ اسی قدر مصیبت و آزمائش سخت ترین ہوتی ہے۔ رسولؐ کی آزمائش نبیؐ کی آزمائش سے زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح نبیؐ کی آزمائش ولیءکامل (غوث و قطب و ابدال) سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور اسی طرح ولی کامل کی آزمائش عام انسان سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔۔۔ کیونکہ ہر ایک کو ایمان و یقین، توکل و تسلیم و رضا کے مطابق ابتلاء و آزمائش کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اسی آزمائش و مصیبت میں درجات و مقامات اور منازل بھی طے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یاد رہے۔ کہ! ابتلاء و آزمائش زحمت نہیں بلکہ رحمتِ خداوندی کا مؤجب ہے۔ کیونکہ اس امتحان سے رب کسی کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔ اور جسے اللہ کریم آزمانا چاہتا ہے۔ تو اس کی مصیبت اور فقر کو دوام دے دیتا ہے۔ اور پھر ان مصائب و آلام کو ایمان کی مدد سے دور فرماتا ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں۔ کہ! ہر نیک عمل کا ثواب اسی عمل کے بقدر ہوتا ہے۔ مگر صبر کا ثواب اس کلیہ سے مستثنیٰ ہے۔ (کیونکہ صبر کا ثواب بہت ہے) اللہ تعالیٰ میں فرماتا ہے۔ کہ! **انما یو فی الصابرون اجر ھم بغیر حساب**۔ (مصائب و آلام میں) صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔ (سورہ الزمر) اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نہ صرف صابرین کے ساتھ ہے۔ بلکہ صابرین کو بہت عزیز بھی رکھتا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے۔ کہ! جب اللہ تعالیٰ کسی انسان سے محبت کرتا ہے۔ تو اسے آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔ اگر وہ اس مصیبت پر صبر کر لے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے ہر چیز سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اور ایسے شخص کو اپنا بنا لیتا ہے۔ عرض کیا گیا۔ کہ! یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو کیسے بے نیاز کر کے اپنا بنا لیتا ہے؟ (تو آنحضور ﷺ نے) فرمایا۔ نہ اس کے مال کو چھوڑتا ہے اور نہ ہی اس کی اولاد کو زندہ چھوڑتا ہے۔ (دیلمی) چونکہ مال و اولاد در حقیقت انسانی کمزوریاں ہیں۔ اسی لئے انہیں فتنہ کے اسم سے ملقب کیا گیا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں۔ کہ! جس میں صبر نہیں اس کا ایمان نہیں۔ (یعنی ایمان کامل کرنے کی نشانی صبر و حلم کا ہونا ہے) نزولِ بلا جب دوام اختیار کرتی ہے۔ تو خواہشاتِ نفسانی زائل و متروک ہو جاتی ہیں۔ اور ان کے نفس کی سرکشی بھی ٹوٹ جاتی ہے۔ اور اس طرح سے اس کے سامنے حق و باطل آشکار ہو جاتے ہیں۔ سب شہوات، نفسانی ارادے، نسوانیت پسندی، لذات و راحت کی طرف میلان یکسر ختم ہو جاتے ہیں۔ یعنی دنیا میں نفس جس جس چیز کی طرف مائل و مشغول ہو سکتا ہے۔ مصیبت و آزمائش کی وجہ سے یہ میلان بالکل ناپید ہو جاتا ہے۔ اور وعدہ ءحق کی وجہ سے سکون و طمانیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور انسان اللہ تعالیٰ کے ہر ہر فیصلے کے سامنے سرِ خم تسلیم کرنے اور اس کی اطاعت پر قناعت کرنے اور مصیبت پر صبر بلکہ شکر کرنے کی اہلیت کے درجہ پر فائز ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بلاء و مصیبت ہی عزم و یقین کو پختگی کے ساتھ استحکام بخشتی ہے۔ اور ایمان صبر کو ثبات بخشتا ہے۔ کیونکہ جب بھی دل کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔ اور انسان اس مصیبت و تکلیف پر صبر کرتا ہے۔ اور وہ کسی سے یا رب متعال سے کوئی شکایت نہیں کرتا۔ اور فعلِ خداوندی کے سامنے سر جھکا دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ اور اسے شکر کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کی مدد سے، یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور رحمت سے اس کی نعمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ مقامِ رضا پر فائز ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ''**لئن شکر تم لأ زید نکم**'' اگر تم پہلے احسانات کا شکر ادا کرو۔ تو میں مزید اضافہ کروں گا۔

حضرت سلطان ابراھیم اُدھمؒ کا خواب :

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے خواب میں دیکھا۔ کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔ اے ابراہیم! کیا تم کو مجھ سے یہ درخواست کرنے میں شرم نہیں آئی۔ کہ میں تم کو ایسی شئے عطا کروں۔ (کہ) جس کے ذریعے تمہارا قلب میری ملاقات کے بغیر ہی مطمئن اور پُرسکون ہو جائے۔ ''کیا کوئی عاشق (اپنے) معشوق کی ملاقات کے بغیر مطمئن اور پُرسکون ہو سکتا ہے؟ پس میں (یعنی ابراہیم ادھمؒ) نے کہا۔ اے میرے رب! میں مدہوش اور حیران ہوں۔ اسی لیے میں نہیں جانتا۔ کہ میں کیا کہوں؟ لہٰذا تُو مجھ کو بخش دے۔ اور مجھ کو تُو ہی بتا دے۔ کہ میں کیا عرض کروں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ (کہ) تم اس طرح سے کہو۔ ''**اے میرے اللہ! تُو مجھ کو اپنی قضاء سے رضامندی اور اپنی بلاء پر صبر عطا فرما۔ اور مجھ کو اپنی نعمتوں کے شکر کی توفیق عطا فرما**''۔ حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا۔ کہ! عارف کا سب سے اونچا اور بزرگ ترین مقام ''شوق'' ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا۔ کہ! میرے کچھ خاص بندے ہیں۔ میں ان سے محبت کرتا ہوں۔ وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ میں ان کا مشتاق رہتا ہوں۔ وہ میرے مشتاق رہتے ہیں۔ میں ان کا ذکر کرتا ہوں۔ وہ میرے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ میں ان کی طرف دیکھتا ہوں۔ وہ میری طرف دیکھتے ہیں۔۔۔

ایک اچھے مسلمان کے اوصافِ جمیلہ اور اخلاقِ حمیدہ : (نصائح و وصایا اَز البلوشی)

یادرہے۔کہ! نصیحت و وصیت کرنا اوران کی دلی خواہش کرنا، دونوں امورسہل ہیں۔مگران کا قبول کرنا اوران پرعمل پیرا ہونا دونوں امورنہایت مشکل ہیں۔کیونکہ ہرکوئی خودکوعقل کل، عالم لامحدوداور فلسفی گردانتا ہے۔مگردرحقیقت یہی عقل، علم اورفلسفہ ہی اُس کے لئے بہت بڑے حجابات ہیں۔

میرے بعد جب اُٹھے گا میرے علم و فن سے پردہ — مجھے ڈھونڈتا پھرے گا یہ بے خبر زمانہ

☆ یادرکھو۔کہ! قرآنِ حکیم شاہد ہے۔ ہرمسلمان بلکہ انسان کا حقیقی خیرخواہ صِرف اورصِرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔اُس کے سوانہ کوئی مددگار ہے نہ کوئی وکیل نہ کوئی کفیل نہ کوئی حاجت روانہ کوئی مشکل کُشا۔اللہ تعالیٰ پرتوکل کرنے والا، اوراللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگنے والا ہی کامیاب وکامران، شادوآباد رہتا ہے۔ ☆ یاد رکھو۔کہ! قرآنِ حکیم شاہد ہے۔شرک سب سے بڑااورعظیم گناہ ہے۔ جوشرک سے بچا۔اپنی زبان، ہاتھ اورشرمگاہ کومحفوظ رکھا۔وہی حقیقی جنتی ہے۔ ☆ یاد رکھو۔کہ! قرآنِ حکیم شاہد ہے۔اگرتم تقوٰی اختیارکروگے۔تواللہ تعالیٰ تم سے سیئات (گناہ، برائیاں) دورفرمادے گا۔اورتم کوایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا۔جہاں تمہارا گمان بھی نہ ہوگا۔اورتم کوایسی مشکل اورمصیبت سے نجات عطا فرمائے گا۔ جہاں سے نکلنا مشکل ہوگا۔ ☆ یادرکھو۔کہ! قرآنِ حکیم شاہد ہے۔اللہ کی اطاعت رسولؐ کی اطاعت ہے اوررسولؐ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔اللہ کی محبت اطاعت الرسول میں مضمر ہے ☆ یادرکھو۔کہ! نماز میں ذکر، درودشریف، سجدہ، تسبیح وتہلیل اورتمہید سب موجود ہیں۔لہذا سب سے بہترین ذِکرنماز کا قائم کرنا ہے۔ ☆ یادرکھو۔کہ! قرآنِ حکیم شاہد ہے۔نیکیاں (گذشتہ) بُرائیوں (گناہوں) کومٹا دیتی ہیں۔خوفِ الٰہی میں اخلاص کے ساتھ آنسو بہانا جہنم سے نجات کا سبب بنتا ہے۔ ☆ یادرکھو۔کہ! ہمارے جسم کا ہماری ذات پرحق ہے۔کہ! ہم اپنے جسم کوجہنم (دوزخ) کی آگ سے محفوظ رکھیں۔اوراس کا طریقہ بالکل واضح ہے۔کہ! امر بالمعروف پرمکمل عمل پیرا ہونا جبکہ نہی عن المنکر سے مکمل کنارہ کشی اِختیار کرنا۔ ☆ یادرکھو۔کہ! ہرنماز سے قبل وضوکرو۔وضوبھی ایک بہت بڑی نیکی ہے۔صحیح مسلم شریف میں آیا ہے۔کہ! آنحضور ﷺ نے فرمایا۔کہ! جوشخص اچھی طرح وضوکرے۔پھر یہ کہے۔**اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ** ۔ تواس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دئے جاتے ہیں۔جس میں سے چاہے۔(جنت کے اندر) داخل ہوجائے۔ ☆ یادرکھو۔کہ! قرآنِ حکیم شاہد ہے۔اللہ تعالیٰ سے ہروقت مغفرت طلب کرنے کے کثیرفوائد ہیں۔جیسے کہ! مغفرت طلب کرنے والے کواللہ تعالیٰ بخش دے گا۔ مغفرت طلب کرنے والے کواللہ تعالیٰ عذاب نہیں دے گا۔مغفرت طلب کرنے والے کواللہ تعالیٰ ایک مقررمدت تک فائدہ عطا کرتا رہے گا۔مغفرت طلب کرنے والوں پراللہ تعالیٰ بارش برسائے گا۔مغفرت طلب کرنے والے کو اللہ تعالیٰ تمہاری قوت کے ساتھ مزید طاقت میں اضافہ فرمادے گا۔ ☆ یادرکھو۔کہ! ایک انسان کے لئے دُنیا کی سب سے بڑی اورعظیم دولت اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرارکرنا اور اسی بات پرقائم رہنا ہے۔ ☆ یادرکھو۔کہ!اگرتم آنکھ کوغیرمحرمات کے دیکھنے سے، زبان کوجھوٹ غیبت بہتان سے اور ہاتھوں، پاؤں، شرمگاہ کوغلط کاموں سے اور پیٹ کوحرام غذا سے لازمی روکو۔ورنہ دینی، دُنیاوی اوراُخروی حیات میں بہت بڑا نقصان کربیٹھوگے۔جس کا مداوہ ناممکن ہوگا۔چہ جائیکہ **توبۃ النصوحہ** نہ کرو۔ ☆ یادرکھو۔کہ! اپنے قلب ونفس کی معرفت حاصل کرو۔لہذا اپنی زبان، آنکھ، ہاتھ، کان، پیٹ اورشرمگاہ کالازمی تزکیہ کرو۔نفسانی، شیطانی، شہوانی، نسوانی مکر و فریب سے خودکومحفوظ رکھو۔تاکہ آپ اورہم سب فلاح پائیں۔ ☆ یادرکھو۔کہ! پیسوں میں خیروبرکت کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کافضل وکرم اوررحمت ہی ہے۔نہ آپ کی محنت اورنہ کوشش۔ ☆ لہذا ایک اچھے مسلمان کواپنی زبان، ہاتھ، آنکھ اورشرمگاہ پرقابواورگناہوں سے بچنے کی قدرت حاصل ہونی چاہیئے۔نمازِ پنجگانہ، تقوٰی، توکل، سچائی، زیادہ ترخاموش رہنا، خوش اخلاق ہونا، ہرلمحہ اللہ تعالیٰ کے عشق میں محور رہنا، نظریں جھکائے رکھنا، اکل حلال، صدق قال، کم خوردن، کم خوابیدان، تنہائی پسند، بہروقت باوضورہنا، قانع، صابر، شاکر، سخی اورہنس مکھ ہونا اچھے اورنیک مسلمان کی علامات اورنشانیاں ہیں۔ایسا شخص ہمیشہ بات کرتے وقت حددرجہ خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتا ہے۔یعنی جھوٹ وغیبت، بغض وعداوت، کینہ وحسد، غصیلاپن، لالچ وبخل اورحرصِ طعام سے اجتناب کرنا ایسے شخص کے خصائل ہیں۔ایسا شخص ہروقت اپنی زبان کو ذِکرِالٰہی سے تَر رکھتا ہے۔ایسا شخص صرف اورصرف اللہ تعالیٰ پرمکمل یقین، بھروسہ، توکل کرتے ہوئے اورفرائض کی بااحسن طریقے سے ادائیگی کرتے ہوئے اپنی پوری زندگی گزارتا ہے۔ ☆ یادرکھو۔کہ! رجب وشعبان اوررمضان کے مہینوں کے نہایت کثیرفواید، فضائل اورخصائل ہیں۔ رجب ''اللہ تعالیٰ کا، شعبان'' حضرت رسولِ مکرم ﷺ کا جبکہ رمضان حضور ﷺ کی اُمت کا مہینہ ہے۔لہذا ہمیں چاہیئے۔کہ! اللہ تعالیٰ کے ماہ میں زیادہ سے زیادہ تلاوتِ قرآنِ حکیم، تحمید، تہلیل (بالخصوص لا الہ الا اللہ کا ورد)، تسبیحات (یعنی سبحٰن اللہ۔۔۔والے اوراد) کوذکرجلی وخفی سے کیا جائے۔اسی طرح سے ماہ شعبان میں درودوسلام کی کثرت کے ساتھ ساتھ سیرتِ النبی ﷺ اورشمائلِ نبویہ ﷺ کا مطالعہ کیا جائے۔اوررمضان میں نوافل (بالخصوص تہجد) کی ادائیگی، استغفارکی کثرت، زیادہ سے زیادہ مسجد میں اطاعت الٰہی کے ساتھ وقت صَرف کیا جائے۔مزید برآن یہ کہ رمضان کے تین عشروں کوتین مقاصد ومطالب کے حصول کے لئے وقف کیا جائے۔چونکہ پہلاعشرہ رحمت ہے۔لہذا اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب کی جائے۔دوسراعشرہ مغفرت کا ہے۔لہذا اللہ تعالیٰ سے استغفارکرکے اپنے گناہوں کی مغفرت اورمعافی طلب کی جائے۔اورتیسراعشرہ جہنم سے نجات کا ہے تو چاہیئے۔کہ! اللہ تعالیٰ سے جہنم سے آزادی کے اعمال اوردُعائیں کی جائیں۔جبکہ باقی نوماہ کوبھی فرائض کی ادائیگی میں ہی صَرف کیا جائے۔اطاعتِ الٰہی ہم پربہرصورت فرض ہے۔

مجھ پہ تحقیق میرے بعد کرے گی دُنیا — مجھ کو سمجھیں گے میرے بعد زمانے والے